تین ۳
طلاقوں کا شرعی حکم

مُصنّف
نبیرۂ اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی
الحاج الشاہ حافظ وقاری محمد اختر رضا خاں قادری ازہری
دامت برکاتہم العالیہ







تین طلاقوں

کا

شرعی حکم

از

جانشین مفتی اعظم، فقیہ اسلام تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج
الشاہ مفتی حافظ و قاری محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ
(زیب مسند رشد و ہدایت بریلی شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف مدعا

جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری دامت برکاتہم القدسیہ کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں، آپ کی عبقریت، علمی وجاہت، فنی مہارت، جزئیات فقہ پر گہری دسترس، فطری ذکاوت و فطانت، علوم قرآن وحدیث پر استحضار و تبحر مسلم ہے۔اور آپ کو علوم قدیمہ وجدیدہ پر کامل عبور حاصل ہے۔

۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء میں پاکستان سے غیر مقلد کا ایک کتابچہ اور اس کے ساتھ کچھ سوالات بغرض جواب جانشین مفتی اعظم کی خدمت میں آئے، آپ نے فوری طور پر جواب قلم بند فرمادیا،ان جوابات کو کتابی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔مگر افسوس کہ ذخیرہ ڈاک میں وہ سوالات کم ہوگئے۔کافی تلاش وجستجو کے بعد بھی دستیاب نہ ہوسکے۔ان سوالات کا لب لباب یہ ہے کہ ”کیا بیک وقت تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی یا تین؟ کتابچہ میں غیر مقلد نے لکھا کہ ”ایک ہی واقع ہوگی۔“ جانشین مفتی اعظم نے مفصل و مدلل طور پر غیر مقلد کی بہتان طرازی، ذہنی اختراع، آیاتِ قرآنیہ، احادیث نبویہ اور متقدمین کی کتابوں سے کتر بیونت اور اس کی خیانتوں سے نقاب کشائی کی ہے۔اور آپ نے قرآن کریم، احادیث، خلفائے راشدین ائمہ مجتہدین اور علماء سلف وخلف کے اقوال واعمال سے یہ ثابت کیا ہے کہ ”یکبارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں بیوی پر تین ہی واقع ہوں گی۔“ مزید برآں جانشین مفتی اعظم نے ان کی

تفہیم پر مضبوط گرفت بھی فرمائی ہے، اور غیر مقلدین پر سوالات بھی قائم کیے ہیں جو انشاء اللہ قیامت تک ان کے سروں پر شمشیر برہنہ کی طرح لٹکتے رہیں گے۔ اور وہ جواب دینے سے عاجز و قاصر رہیں گے۔

۱۹۹۳ء میں جمعیت اہل حدیث غیر مقلدین نے میڈیا میں خوب شور و غوغا مچایا اور ایک فتویٰ جاری کیا کہ ''مجلس واحد میں دی گئی تین طلاق ایک ہی مانی جائے گی'' غیر مقلدوں کی مجلس تحقیقات علمی کے ارکان میں مولوی شیخ عطاء اللہ مدنی، مولوی عبید الرحمٰن، اور شیخ جمیل احمد مدنی کے دستخط تھے۔ حضرت تاج الشریعہ نے اسی وقت اس فتوے کا جواب میڈیا کے ذریعے دے کر فرمایا کہ ''نام نہاد جمعیت اہل حدیث مسلمانوں کی کوئی نمائندہ جماعت نہیں ہے، اس لیے اسے امت مسلمہ پر اپنی رائے مسلط کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ جمعیت کا بیان نہ صرف حنفی بلکہ شافعی، مالکی، حنبلی، سبھی اماموں کے پوری طرح خلاف ہے۔ نا قابل عمل، باطل، مردود، اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی ناپاک کوشش و سیاسی چال ہے''۔ (روزنامہ دینک جاگرن بریلی، شمارہ ۳۱ مئی ۱۹۹۳ء)

ناظرین: تعصب و تنگ نظری کے دبیز پردے کو اٹھا کر ان حقائق و شواہد کا مطالعہ کریں تو ضرور اہل عدل و انصاف اور غیر جانب دار اس نتیجے پر پہنچ کر یہ فیصلہ کریں گے کہ اب حق روزِ روشن کی طرح واضح و ظاہر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ حق و ناحق میں امتیاز کرنے اور پرکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی
مدیر ماہنامہ سنی دنیا۔ ۸۲ سوداگران، بریلی شریف
(۱۲ اپریل ۱۹۹۵)

تین طلاق کا شرعی حکم

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

فی الواقع ائمہ اربعہ و جماہیر اہل سنت کا سلفاً و خلفاً اس پر اتفاق ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں بیوی پر تینوں واقع ہو جائیں گی۔ اس امر میں کسی معتد بہ کا اختلاف نہیں۔ البتہ ظاہری اور آج کے غیر مقلد و بیدین جن کا اختلاف شرعاً کسی گنتی شمار میں نہیں ضرور مخالف ہیں، اور وہ خارق اجماع مسلمین، مفارق مومنین، مخالف دین و منکر شرع مبین، صراط مستقیم سے دور نشۂ ضلالت میں چور ہیں۔ کتابچہ غیر مقلد کا ملاحظہ ہوا۔ اس میں غیر مقلد نے دور از کار باتوں سے صفحات قرطاس کو سیاہ کیا ہے، اور اس کے ملاحظہ سے ظاہر و آشکار ہے کہ مصنف نے کوئی دلیل صریح اس دعویٰ پر قائم نہ کی کہ جب تین طلاقیں یکبارگی دی جائیں تو ہمیشہ ہر زمانے میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اور یہ حکم اس کے طور پر اٹل نا قابل تغیر و تبدل ہر زمانے میں واجب عمل ہے، ہرگز کسی حدیث سے یہ نہیں نکلتا تو یہ صرف غیر مقلد کی ایجاد و اختراع ہے۔

عہد صحابہ میں معمول:

حدیث سے یہ ضرور ثابت ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام المدد رار و، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کرامت مہد اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوائل دورِ خلافت میں عرف یہ تھا کہ تین طلاقیں یکبارگی بول کر ایک ہی طلاق مراد لیتے تھے، اور دوسری تیسری بار لفظ طلاق

[illegible] تھی، پھر جب تبدل زمانہ سے عرف بدلا اور لوگ قصداً ارادۃً تین طلاقیں از راہ تجلت یکبارگی دینے لگے تو سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عرف حادث اور دستور جدید کا اعتبار فرمایا اور تینوں طلاقیں واقع ہونے کا حکم دیا، اور اس پر اسی عہد مبارک میں تمام اہل علم کا بلانکیر منکر اتفاق ہو گیا۔ اس لیے ظاہر ہے کہ یہ قرارداد مجمع صحابہ میں ہوئی اور کسی صحابی کا انکار منقول نہ ہوا۔ بلکہ تابعین عظام پھر ائمہ اعلام کے زمانے میں بھی یہ حکم احکم مقرر رہا اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب مہذب قرناً فقرناً متوارث چلا آرہا ہے۔ جس سے روشن کہ اس پر ہر زمانے کے ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے، اور یہی سواد اعظم ہے جس کی پیروی کا حدیث میں حکم فرمایا گیا ہے، تو اس کا خلاف اجماع امت کو توڑنا اور صراط مستقیم سے منہ موڑنا اور جہنم کی راہ لینا اور گمراہی و ضلالت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولیٰ و نصله جهنم و ساء ت مصیراً۔ یعنی جو سیدھی راہ روشن ہونے کے بعد رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے ضد باندھے، اور عام مسلمانوں سے ہٹ کر الگ راہ چلے، ہم اسی طرف اس کو پھیر دیں گے جدھر کو اس نے منہ کیا، اور جہنم میں دھکیل دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

غیر مقلد نے کم فہمی بلکہ بد عقلی کی حد کردی، اپنے مختصر کتابچہ میں نسائی کی یہ حدیث نقل کی۔

سلیمان بن داؤد عن ابن وهب قال اخبرنا مخرمة عن ابیه قال سمعت محمود بن لبید قال اخبر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه

وسلم عن رجل طلق امراته ثلث تطليقات جميعاً فقام غضبانا ثم قال ايلعب بكتاب الله و انا بين اظهر كم حتیٰ قام رجل و قال یا رسول الله الا أقتله یعنی امام نسائی نے اپنی سند سے حدیث روایت کی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ایک شخص کے بارے میں خبر دی گئی جس نے اپنی عورت کو دفعۃ تینوں طلاقیں دے دی تھیں، تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام جلال کے عالم میں کھڑے ہو گئے، پھر فرمایا کہ کیا اللہ کی کتاب سے کھیلا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے بیچ میں موجود ہوں، تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ کیا میں اس شخص کو قتل نہ کردوں۔ غیر مقلد اس حدیث کو اپنے دعوے میں بطور سند ودلیل نقل کرلایا، حالانکہ اس سے اس کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ہم اہل سنت کا مدعیٰ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اگر قصداوارادۃ تین طلاقیں دفعۃ دے تو تین ہی پڑیں گی اگرچہ ایسا کرنا شرعاً مذموم وگناہ ہے، اور اس حدیث میں یہ کہیں نہیں کہ ایک ہی طلاق واقع ہوئی اگرچہ قائل نے تین کا ارادہ کیا ہو۔

اولاً: اگر ایسا ہوتا تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام غضب کیوں فرماتے اور کتاب اللہ سے کھیلنا کیوں قرار دیتے کہ ایک طلاق دینا منع نہیں۔

ثانیاً: اب متعین ہو گیا کہ اس شخص نے قصدا تین ہی دی تھیں اور یکبارگی تین طلاقیں دینا گناہ ہے، اسی لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے غضب فرمایا ثالثا سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کے غضب سے دلالت ظاہرہ ہوئی کہ جو قصدا تین طلاقیں دے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

رابعاً: سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام اور سیدنا صدیق اکبر اور اوائل

دورفاروقی میں جوایک طلاق شمار کی جاتی تھی، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ اسی صورت میں تھا، جب کہ قائل نے دوسری تیسری طلاق سے پہلی کی تاکید مُراد لی ہو، ورنہ بصورت ارادت تاسیس وقصد سہ طلاق زمن نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام تین طلاقوں کے وقوع کا حکم ہوتا تھا۔

خیانت غیر مقلدین:

پھر غیر مقلد کی خیانت ملاحظہ ہو، وہ یہ کہ اس نسائی میں اسی حدیث کے متصل امام نسائی نے باب الرخصة فی ذالك باندھ کر بوقت ضرورت تین طلاقیں دفعۃ دینے کی رخصت کے سلسلہ میں حدیث لکھی، جسے غیر مقلد نے اصلاً ذکر نہ کیا۔ وہ حدیث یہ ہے۔

حدثنی ابن شهاب أن سهل بن سعد الساعدی اخبره ان عومیر ان العجلانی جاء الی عاصم بن عدی فقال أرأیت یا عاصم لو ان رجلا وجد مع امرائه رجلاً ایقتله فتقتلونه ام کیف یفعل سل لی یا عاصم رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن ذالك فسأل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فکره رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم المسائل و عابها حتیٰ کبر علی عاصم ما سمع من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلما رجع عاصم الی أهله جاءه عویمر فقال یا عاصم ما ذا قال لك رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال عاصم لعویمر لم تأتنی بخیر قد کره رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم المسألة سألت عنه فقال عویمر والله لا انتهی حتیٰ أسأل

عنها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فأقبل عويمر حتى أتى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسط الناس فقال يا رسول الله أرأيت رجلا وجد مع امرأته رجلا أيقتله فتقتلونه أم كيف يفعل فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قد نزل فيك وفي صاحبتك فاذهب فأت بها قال سهل فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فلما فرغ عويمر قال كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

خلاصۂ حدیث یہ ہے کہ عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بواسطہ حضرت عاصم بن عدی پھر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے انہوں نے براہِ راست سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھے تو اسے قتل کردے، تو مسلمان اسے قتل کردیں گے آیا وہ کیا کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سوال کو ناپسند کیا، انہوں نے حضرت عویمر کو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی ناپسندیدگی کی خبر دے دی پھر جب حضرت عاصم نے صحابہ کے درمیان خدمت اقدس میں حاضر آکر سوال کیا تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں اور تمہاری بیوی کے بارے میں حکم الٰہی نازل ہوا ہے، تو جا کر اپنی بیوی کو لے آؤ۔ حضرت سہل فرماتے ہیں تو عویمر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نے باہم لعان کیا اور میں صحابہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو عویمر رضی

اللہ عنہ فارغ ہوئے بولے یا رسول اللہ میں نے اپنی بیوی پر جھوٹ باندھا اگر میں اس کو رکھ لوں تو انہوں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے تین طلاقیں دے دیں۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا۔ کہ یکبارگی تین طلاقیں شرعاً تین ہی قرار پائیں گی، جب کہ تاکید کی نیت نہ ہو بلکہ تجدید واستیناف کا قصد ہو اور یہ کہ حالت مقتضی ہو تو یکبارگی تین طلاق دینے کی رخصت بھی ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عویمر پر انکار نہ فرمایا۔ اس حدیث کے تحت حاشیہ سندی میں ہے۔ فیہ أن الثلاث تجوز دفعة اذا كانت الحالة تقضيه وتناسبه ملتقطا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پھر ارادۂ تاکید کی صورت میں ایک طلاق اور استیناف کے قصد کی صورت میں تین طلاق کا حکم اسی وقت ہے، جب کہ تین طلاقیں متفرق جملوں میں دے، اور اگر ایک ہی جملہ میں تین طلاقیں دے دے، مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ تو یہ تفصیل جو گزری اس صورت میں ممکن نہیں بلکہ اب لامحالہ تین ہی پڑیں گی کہ تین ہی کلام کا مدلول ومفہوم متعین ہیں، اور کلام میں اصلاً ایک کی گنجائش نہیں تو قطعاً ثابت کہ صدر اول میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرارداد سے قبل لوگوں کی عادت یہ تھی کہ وہ متفرق جملوں میں تین طلاقیں دیتے تھے۔

تبدیل ارادۂ عرف:

اسی لیے امام نسائی نے مذکورہ بالا حدیث کے بعد ایک باب یوں باندھا۔ باب طلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة یعنی باب

منکوحہ سے قربت کرنے سے پہلے تین طلاقیں متفرق دینے کے بیان میں، پھر اس کے تحت وہی حدیث ابو الصہباء نقل کی جس سے غیر مقلد نے استدلال کیا ہے۔ امام نسائی نے اپنے اس طرز سے صاف بتادیا کہ پہلے یہ دستور تھا کہ تین طلاقیں متفرق جملوں میں ادا کرتے تھے، اور چونکہ جمہور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں تین ہی واقع ہوں گی، اور یہ حدیث بظاہر اس مذہب کے خلاف ہے، لہذا انہوں نے باب میں اس کی تاویل کی طرف اشارہ فرمادیا کہ تین طلاقیں ایک طلاق اس وقت قرار پائیگی جب کہ عورت غیر مدخولہ ہو، اور اسے شوہر تین طلاقیں متفرق طور پر دے، اس لیے کہ وہ ایک طلاق سے ہو کر نکاح سے نکل گئی اور اب دوسری تیسری کا محل نہ رہا، یہ تاویل سائغ ومقبول ہے، جب تو اصلاً حدیث سے جمہور پر اشکال نہ رہا، ورنہ قطعاً اسی تفصیل پر محمول ہے جو ہم نے بارہا ذکر کی، اور اس میں اسی حدیث میں خود دلالت واضحہ موجود ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب لوگوں کا ارادہ عرف بدل گیا یعنی وہ تین ہی مراد لیتے ہیں، لہذا تین واقع ہوں گی۔ اور وہ دلالت واضحہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ ان الناس قد استعجلوا امر کانت لھم فیہ أناۃ ۔یعنی لوگوں نے ایسے کام میں عجلت شروع کردی جس میں ان کو مہلت تھی۔ اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا عمر فاروق اعظم کے زمانے میں لوگ ہر جملہ سے نئی طلاق مراد لیتے تھے جبھی تو وہ جلد بازی کے مصداق ہوئے ورنہ ان پر قد استعجلوا کیوں کر صادق آتا۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار ابد قرار

بدلا بلکہ لوگوں کے عرف میں تبدیلی کی وجہ سے ان پر خودسرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام المدار کے حکم کو علیہ الصلوۃ والسلام المدار ہی کا وہ فیصلہ نافذ ہوا جو خودسرکار علیہ الصلوۃ والسلام المدار نے ان لوگوں کے حق میں فرمایا، جنہوں نے قصداً تین طلاقیں متفرق جلسوں میں یکبارگی بہ نیت استیناف دیں اور وہ یہ کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے تین طلاقیں واقع ہونے کا حکم فرمادیا جیسا کہ گزرا اور جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم اقدس حضور علیہ الصلوۃ والسلام نہ بدلا بلکہ حسب تقاضائے حال خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا دوسرا حکم نافذ فرمایا، تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چوٹ کرنا اور انہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کا بدلنے والا ٹھہرانا، اور بے محل آیت وما کان لھم الخیرۃ وغیرہ پڑھنا غیر مقلد کی دریدہ دہنی وجرأت ہے، اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی، اور اس عادت میں ابن تیمیہ کی تقلید ہے۔ ابن تیمیہ نے بھی کھلم کھلا سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کا منہ کھولا اور انہیں خطاوار بتایا جیسا کہ فتاویٰ حدیثیہ علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے، اسی سے غیر مقلدوں کو یہ میراث ملی ہے واللہ تعالیٰ ھوالھادی الی سواء السبیل۔

جمہور امت کا موقف:

بالجملہ غیر مقلد کا ہاتھ خالی ہے، اور اس کی یہ دلیل بھی بفضلہ تعالیٰ جمہور امت کی دلیل ہے جس سے انہیں کا مدعی روشن ہے، اور غیر مقلد اس سے تمسک ظاہری کے باوجود حق سے کوسوں دور و من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔ پھر ہمارا مدعی بفضلہ تعالیٰ آیت کریمہ سے بھی ثابت ہے قال

تعالیٰ و من یتعدد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ الآیۃ ۔یعنی جو اللہ کی حدود سے گزرے تو اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں یکبارگی دینا معصیت و نافرمانی اور اپنے اوپر ظلم کرنا ہے، اور یہ کہ اگر چہ یہ اقدام حرام ہے مگر تینوں طلاقیں یکبارگی دے گا تو واقع ہو جائیں گی، اس لئے کہ اگر ایک ہی طلاق پڑے تو نہ معصیت ہوگی اور نہ ہی مطلق کو ندامت لاحق ہوگی۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ شرح مسلم میں فرماتے ہیں و احتج الجمہور بقولہ تعالیٰ و من یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک أمرا قالوا معناہ ان المطلق قد یحدث لہ ندم فلا یمکنہ تدارکہ لو قوع البینونۃ فلو کانت الثلاث لا تقع لم یقع طلاقہ ھذا الا رجعیا فلا یندم و احتجوا ایضا بحدیث رکانتہ انہ طلق امرأتہ البتہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ و سلم ما اردت الا واحدۃ فھذا دلیل علی انہ لو ارد الثلاث لو قعن والا فلم یکن لتحلیفہ معنی۔ نیز امام ممدوح شرح مسلم میں اسی حدیث ابوالصہباؓ کے بابت فرماتے ہیں الاصح أن معناہ انہ کان فی اول الامر اذا قال لھا أنت طالق أنت طلق و لم ینوتا کید او لاشئینا فایحکم بوقوع طلقۃ واحدۃ لقلۃ ارادتھم الاستئناف بذالک فحمل علی الغالب الذی ھو ارادۃ التاکید فلما کان فی زمن عمر رضی اللہ عنہ و کثر استعمال الناس لھذہ الصیغۃ و غلب منھم ارادۃ الاستئناف بھا حملت عند

الاطلاق على الثلاث عملا بالغالب السابق الى الفهم منها فى ذلك العصر اھ یعنی جمہور اللہ تعالیٰ کے قول و من یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ (یعنی جو اللہ کی حدوں سے گزرے تو اس نے آپ پر ظلم کیا تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کرے) سے دلیل لائے۔

جمہور نے کہا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے والے کو کبھی ندامت ہوگی تو اسے اپنے کیے کا تدارک نہ بن پڑے گا، اس لئے تین طلاقوں سے بینونت اور جدائی ہو چکی تو اگر یکبارگی تین طلاقیں واقع نہ ہوں تو آدمی کی طرف سے ایسی طلاق ہمیشہ رجعی واقع ہوگی تو وہ نادم نہ ہوگا، اور جمہور نے حدیث رکانہ سے بھی استدلال کیا۔ رُکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی تھیں، تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام المدار نے ان سے کہا کیا تم نے ایک طلاق ہی کا ارادہ کیا، تو یہ استفسار اور قسم کھلانا اس پر دلیل ہے کہ اگر رکانہ قصداً تین طلاقیں دیتے تو تین واقع ہوتیں، ورنہ انہیں قسم کھلانے کا کوئی معنی نہیں۔

طلاق مسنون و مامور به:

اور حدیث ابوالصہبا میں اصح قول یہ ہے کہ اگلے زمانے میں جب آدمی اپنی بیوی سے یوں کہتا تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق، تجھے طلاق، اور تاکید یا تجدید و استیناف کی نیت نہ ہوتی تو اس دور میں ایک طلاق واقع ہونے کا حکم ہوتا تھا، اس لیے کہ لوگ استیناف (ہر بار نئی طلاق) کا اس سے ارادہ کم کرتے تھے، تو یہ کلام عرف غالب کہ ارادۂ تاکید پر محمول ہوتا تھا، تو جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہوا اور لوگ یہ صیغہ بکثرت استعمال کرنے لگے، اور استیناف کا قصد غالب ہوا تو

بوقت اطلاق، تین طلاقیں اس صیغہ کا مفہوم قرار پائیں۔اس مفہوم پر عمل کرتے ہوئے جو ذہن کی طرف اس زمانے میں سبقت کرتا تھا۔آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک دم دینا بدعت و معصیت ہے مگر اس کا معصیت ہونا اس کے واقع ہونے کے منافی نہیں۔اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ تین طلاقیں یکبارگی اصلاً واقع نہ ہوں گی تو اس کا یہ فہم خیال خام ہے۔اور قرآن وحدیث کی صریح مخالفت ہے۔

امام ابوبکر جصاص رازی جن کا کلام غیر مقلد نے جا بجا استناد کے طور پر نقل کیا، انہوں نے اس خیال خام کو پہلے ہی رد کر دیا، اور آیت کریمہ الطلاق مرتان اور فان طلقها سے یکبارگی تین طلاقیں واقع ہونے پر استدلال فرمایا۔

چنانچہ وہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔فا ن قیل معنی هذه الایة محمول علی ما بینه بقوله (فطلقوهن لعد تهن) وقد بین الشارع الطلاق للعدة ء هو أن یطلقها فی ثلثة اطها ران اراد ایقاع الثلاث و متی خالف ذلك لم یقع طلاقه قیل له نستعمل الایتین علی ما تقتضیانه من احکامهما فنقول ان المندو ب الیه الماموریه هو الطلاق للعدة علی ما بینه فی هذهٖ الآیة و ان طلق یغیر العدة و جمع الثلاث و قع لما اقتضته الآیة الأُخریٰ و هی قوله تعالیٰ (الطلاق مرتان) و قوله تعالیٰ(فان طلقها فلا تحله له من بعد)اذلیس فی قوله تعالیٰ(فطلقوهن لعد تهن) نفی لما اقتضة الایة الاخری ویدل علیه فی قوله تعالیٰ فی نسق الخطاب و من یتق الله یجعل له مخرجا یعنی و الله اعلم أنه اذا أوقع الطلاق علی ما امره الله کان له مخرجا مما او وقع ان لحقه ندم

و ھو الرجعة و علی ھذا المعنی تاولہ ابن عباس حین قال للسائل الذی سالہ و قد طلق امرأتہ ثلثا ان اللہ یقول و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و انک لم تتق اللہ فلم اجد لک مخرجاً عصیت ربک و بانت منک امرأتک الخ. خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ معترض اگر یہ یہ کہے کہ اس آیت (فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد) کا معنی اس پر محمول ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے قول (فطلقوھن لعدۃ ھن) یعنی عوتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو، اور شارح نے عدت میں طلاق کا بیان یہ فرمایا کہ عورت کو تین طہر میں طلاقیں دے، جب کہ تین طلاقیں دینا چاہے اور جب وہ اس کا خلاف کرے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی، جواب یہ ہے کہ ہم ان احکام کے مطابق جن کی دونوں آیتیں مقتضی ہیں، دونوں آیات پر عمل کرتے ہیں، تو ہمارا قول یہ ہے کہ طلاق مسنون و ماموربہ وہ طلاق ہے جو عدت میں دی جائے، جیسا کہ اس آیت میں بیان فرمایا اور اگر پاکی میں طلاقیں متفرق طور پر نہ دی بلکہ اکٹھی تین دیدے، دوسری آیت کے اقتضاء کے سبب واقع ہوجائیں گی۔

طلاق رجعی دو ہیں:

اور دوسری آیت یہ ہے الطلاق مرتان طلاق رجعی دو بار ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان (فان طلقھا فلا تحلہ لہ من بعد) یعنی اگر عورت کو تین طلاقیں دیدے تو اب عورت اس کو حلال نہیں الخ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے قول (فطلقوھن لعدت ھن) میں اس سے منافات نہیں، جس کی دوسری آیت مقتضی ہے اور ترتیب کلام میں اللہ تعالیٰ کا قول (ومن یتق اللہ یجعل لہ

مخرجا) یعنی جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے راہ خلاص نکال دے۔ اس پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے واللہ اعلم کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق اگر طلاق دے گا تو اس کا ندامت لاحق ہونے پر رجعت سے تدارک ممکن ہوگا۔ اور اسی محل پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کو رکھا جب کہ انہوں نے اس سائل کے جواب میں جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و من یتق اللہ الایۃ اور اے شخص تو اللہ سے نہ ڈرا تو میں تیرے لیے خلاص کی راہ نہیں پاتا، تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ تیری عورت تیرے نکاح سے نکل گئی۔ پھر تقریر اعتراض بطرز دیگر فرما کر اس کا جواب دیتے ہیں، اور چند نظائر سے استشہاد و استناد فرماتے ہیں:

وھذا نصہ فان قیل لما کان عاصیا فی ایقاع الطلاق الثلاث لم یقع اذ لیس ھو الطلاق المامور بہ کما لو وکل رجل بان یطلق امرأتہ ثلثا فی ثلثۃ اطھار لم یقع اذا جمعھن فی طھر واحد قیل لہ اما کونہ عاصیا فی الطلاق فغیر مانع صحتہ و وقوعہ لما دللنا فیما سلف علیہ و مع ذلک فان اللہ جعل الظھار منکراً من القول و زورا مع ذلک بصحۃ وقوعہ فکونہ عاصیا لا یمنع لزوم حکمہ و الانسان عاص للّٰہ فی ردتہ عن الاسلام و لم یمنع عصیانہ من لزوم حکمہ و فراق امرأتہ و قد نھاہ اللہ عن مراجعتھا ضرارا لقولہ تعالیٰ (و لا تمسکوھن ضراراً لتعتدوا) فلو راجعھا و ھو یرید ضرار ھا لثبت حکمھا و صحت رجعتہ۔ یعنی اگر کہا جائے کہ شوہر جب تین طلاقیں یکبارگی دے کر گنہگار ہوا تو

ہے، اور اس کی تین طلاقیں نہ پڑیں گی، اس لیے کہ وہ طلاق نہیں جس کا حکم ہوا ہے، اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ وہ اس کی بیوی کو تین طلاقیں تین طہر میں دے دے، اس نے تین طلاقیں ایک ہی طہر میں دیدیں تو تین طلاقیں اس صورت میں واقع نہ ہوں گی، اس کے جواب میں معترض سے کہیں گے کہ رہی یہ بات کہ شوہر تین طلاقیں یکبارگی دیکر گنہگار ہوا تو یہ تو اس سے مانع نہیں کہ طلاقوں کا وقوع صحیح ہو، اور یہ اس میں دلیل ہے جو ہم نے بیان کی اور اس کے باوجود کہ شوہر گنہگار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظہار کو (یعنی شوہر بیوی سے کہے کہ تو میرے لیے ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ) خلاف شرع اور جھوٹ قرار دیا، اور اس کے باوجود ظہار کی صحت وقوع کا حکم فرمایا تو آدمی کا گنہگار ہونا یہ نہیں کہ جو بات کہی اس کا حکم لازم نہ ہو، اور انسان اسلام سے پھر کر اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے، اور اس کی معصیت ارتداد کا حکم لازم ہونے اور بیوی کے نکاح سے باہر ہونے سے مانع نہیں ہوتی، اور اللہ تعالیٰ نے شوہر کو اس سے منع کیا ہے کہ بیوی سے رجعت اسے نقصان پہنچانے کو کرتے چنانچہ ارشاد ہے کہ عورتوں کو نقصان دینے کے قصد سے نہ روکو کہ حد سے گزر جاؤ۔ اب اگر شوہر بیوی سے رجعت کرے اور اس کا قصد نقصان دینا ہے تو رجعت کا حکم ضرور ثابت ہوگا اور رجعت ضرور صحیح ہوگی،

شوہر اور وکیل کا فرق:

پھر اسی احکام القرآن میں معترض کی پیش کردہ نظیر کا جواب شوہر اور وکیل کے درمیان فرق ظاہر فرماتے ہوئے ان لفظوں میں دیتے ہیں۔

واما الفرق بينه و بين الوكيل فهو ان الوكيل انما يطلق لغيره

و عنه لغيره و عنه يعبر و ليس يطلق لنفسه و لا يملك ما يوقعه ألا نرى انه لا يتعلق به شئ من حقوق الطلاق و احكامه فلما لم يكن مالكا لما يوقعه و انما يصح ايقاعه من جهة الأمر اذ كانت احكامه تتعلق بالآمر ونه لم يقع متى خالف الأمر و اما الزوج فهو مالك الطلاق و به تتعلق احكامه و ليس يوقع لغيره فوجب أن يقع من حيث كان مالكا للثلاث و ارتكاب النهي في طلاقه غير مانع وقوعه كما وصفنا في الظهار و الرجعة و الردة و سائر ما يكون به عاصيا الأترى أنه لو وطئ ام امرأته بشبهة حرمت عليه امرأته وهذا المعنى الذى ذكرنا من حكم الزوج في ملكه للثلاث من الوجوه التي ذكرنا يدل على انه اذا وقعهن معا وقع اذ هو موقع لما ملك.

یعنی رہا فرق شوہر اور وکیل طلاق کے درمیان تو وہ یہ ہے کہ وکیل تو دوسرے کی طرف سے طلاق دیتا ہے، اور اسی دوسرے کی طرف سے طلاق کے جملہ بولتا ہے، اور وہ از خود طلاق نہیں دیتا اور جو طلاق واقع کرتا ہے وہ اس کا مالک نہیں، اور اس سے حقوق واحکام طلاق میں سے کچھ متعلق نہیں ہوتا، تو جب کہ وکیل اس طلاق کا مالک نہیں جسے وہ واقع کرتا ہے، اور اس کا واقع کرنا تو شوہر کے حکم کی جہت سے صحیح ہے، یوں کہ طلاق کے احکام شوہر سے متعلق ہیں جو اس کا حکم دینے والا ہے تو وکیل کی طلاق اس وقت واقع نہ ہوگی جب کہ وہ حکم کی خلاف ورزی کرے، رہا شوہر تو وہ طلاق کا مالک ہے اور طلاق کے احکام اسی سے متعلق ہیں، اور وہ طلاق اپنے سوا کسی اور کے لیے نہیں دے رہا، تو اس

حیثیت سے کہ وہ تین طلاقوں کا مالک ہے ضرور تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ اور شوہر کا طلاق دینے میں مخالفت کا مرتکب ہونا وقوع طلاق مغلظہ کا مانع نہیں۔ جیسا کہ ہم ظہار اور رجعت اور ارتداد کی مثالوں اور ان تمام امور جن کے سبب آدمی گنہگار ہوتا ہے بیان کر چکے ہیں، دیکھو تو اگر شوہر اپنی ساس سے شبہ کی وجہ سے وطی کرے، اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی۔

پھر اس مطلب پر سنت سیدہ علی صاحبہا التحیۃ سے دلیل قائم کرتے ہیں۔

چنانچہ رقم طراز ہیں:

ویدل علیه من جهة السنة حدیث ابن عمر الذی ذکرنا سنده حین قال ارأیت لو طلقتها ثلثا اکان لی ان اراجعها فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا کانت بتین و یکون معصیة۔

یعنی اس پر حدیث کی جہت سے ابن عمر کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کی سند ہم نے ذکر کی، جب انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کی کہ مجھے بتائیے کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیتا، تو کیا میں اس سے رجعت کر سکتا تھا، سرکار علیہ السلام نے فرمایا نہیں جب تو وہ تمہارے نکاح سے باہر ہو جاتی اور گناہ ہوتا۔ اسی کے متصل حدیث رکانہ جس سے غیر مقلد نے استدلال کیا ہے، اپنی سند سے ذکر کرتے ہیں، اور آگے چل کر حدیث کے وہ الفاظ نقل فرماتے ہیں جو غیر مقلد نے مسند امام احمد کے حوالے سے نقل کیے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔

احكام القرآن [illegible]

ابن [illegible] حدثنا محمد بن بكر قال حدثنا ابو داود قال حدثنا [illegible]

داود قال حدثنا جرير بن حازم عن الزبير بن سعيد عن عبد الله بن

علي بن يزيد بن ركانة عن ابيه عن جده انه طلق امرأته البتة فاتى

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال ما اردت [illegible] قال

واحدة قال آلله قال آلله قال هو على ما اردت فهو [illegible]

ارادها لما استحلفه [illegible]

السلف فيه و أنه يقع و هو معصية [illegible]

توجب ايقاع الثلاث معا و ان كانت معصية و ذكر [illegible]

ابن يوسف أنه قال كان [illegible]

الثلاث ليس بشئ و قال محمد بن اسحق [illegible]

الواحدة واحتج بما رواه عن داود بن الحصين عن عكرمة عن ابن

عباس قال طلق ركانة بن عبد يزيد امرأته ثلاثا في مجلس واحد

فحزن عليها حزنا شديدا فسأله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

كيف طلقتها قال طلقتها ثلثا قال في مجلس واحد قال نعم قال فانما

تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فرجعتها و بما روى ابو عاصم عن

ابن جريج عن ابن طاؤس عن ابيه ان ابا الصهباء قال لابن عباس الم

تعلم ان الثلاث كانت على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم و ابی بکر و صدرا من خلافۃ عمر [illegible] الی الواحدۃ قال ابو داود

قد قیل ان طلاق البتۃ [illegible]

یعنی ہم سے حدیث بیان کی محمد بن [illegible] نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو داؤد نے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سلیمان بن داؤد نے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی جریر بن حازم نے، وہ روایت کرتے ہیں زبیر بن سعید سے وہ راوی ہیں عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ (علی) سے، وہ راوی ہیں اپنے دادا رکانہ سے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام المدار نے دریافت فرمایا کہ تمہاری مراد البتہ سے کیا تھی، انہوں نے عرض کی میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بخدا، انہوں نے عرض کی بخدا، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا معاملہ اسی کے مطابق ہے جو تم نے مراد لیا۔ (یعنی اس صورت میں ایک طلاق ہوئی) تو اگر رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین طلاقوں کے قصد کی صورت میں اگر تین طلاقیں نہ پڑتی ہوتیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکانہ سے حلف نہ لیتے کہ انہوں نے ایک ہی مراد لی، اور اس باب میں سلف کے اقوال گزرے، اور یہ گزرا کہ تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ حالانکہ بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہے، تو کتاب وسنت اور اجماع سلف یکبارگی تین طلاقوں کے واقع ہونے کے مقتضی ہیں، اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے۔

مجلس واحد کی تین طلاق:

اور بشر بن الولید نے ابو یوسف سے حکایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ حجاج بن ارطاۃ تند خو تھا اور وہ کہتا تھا کہ تین طلاق کوئی چیز نہیں، اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ تین طلاقیں یکبارگی ایک شمار ہوں گی، اور انہوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی جو انہوں نے داؤد بن الحصین سے روایت کی، انہوں نے عکرمہ سے عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں تو انہیں اس پر بہت رنج ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے بیوی کو طلاق کس طرح دی، انہوں نے عرض کی کہ میں نے اسے تین طلاقیں دے دیں، سرکار علیہ السلام نے کہا ایک ہی مجلس میں، انہوں نے کہا جی، سرکار علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ایک ہی طلاق ہوئی تو اس سے رجعت کرلو، اگر تم چاہو۔ رکانہ کہتے ہیں تو میں نے اس سے رجعت کر لی، اور اس حدیث سے دلیل پکڑی جو ابو عاصم نے روایت کی ابن جریج سے، وہ راوی ہیں ابن طاؤس سے، وہ اپنے باپ سے راوی کہ ابو الصہبا نے ابن عباس سے کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور ابو بکر کے زمانے میں اور خلافت عمر کے شروع میں تین طلاقیں ایک قرار پاتی تھیں، انہوں نے کہا ہاں، اور بیشک لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دونوں خبریں منکر ہیں، ہر ناظر منصف کو دعوت نظر و فکر ہے۔ احکام القرآن امام ابو بکر حصاص رازی کی عبارت جو ہم نے تفصیل سے لکھی، اسے دیکھئے اور ہمارے علماء اعلام کی دیانت و امانت کا جلوہ اپنی آنکھوں سے دیکھئے، پہلی نظر میں ہر منصف جان جائے گا کہ

ثبوت میں [illegible] حق تحقیق ادا کرتے ہیں، اور اپنے دعوے کے
ثبوت میں [illegible] جن سے دعویٰ پر زد پڑتی ہے نظر انداز نہیں کرتے، بلکہ
انہیں بھی ذکر کرتے ہیں اور ان کا شافی جواب دیتے ہیں۔

جیسے امام جصاص رازی نے یکبارگی تین طلاق کے مسئلہ میں جمہور مسلمین کا موقف کتاب و سنت سے بہ تفصیل تام و توضیح تمام ثابت فرمایا، پھر جب احادیث ذکر کرنے پر آئے تو ان احادیث کے ساتھ جو جمہور کا مستدل ہیں وہ حدیثیں بھی ذکر کردیں، جنہیں مسلمانان اہل سنت کے مخالفین ذکر کرتے ہیں اور ان دونوں کا جواب بھی یوں دے دیا کہ قد قیل ان ھذین الخبرین منکران ۔ یعنی بیشک کہا گیا کہ یہ دونوں خبریں غیر معروف و منکر ہیں، اور ان دونوں کا منکر ہونا خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی، دوسری حدیثوں سے ظاہر ہے جن سے ثابت ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین طلاقیں ایک مجلس میں دینے کی صورت میں تین ہی واقع ہونے کا حکم فرمایا ہے۔

اور یہ کہ خود اس عہد مبارک میں خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے بعض صحابہ نے بیک دفعہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی، اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انکار نہ فرمایا، جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کر آئے اور غیر مقلد کی خیانت سے پردہ اٹھا آئے۔ مزید برآں ان دونوں حدیثوں کے ضعف و نکارت پر یہ بھی شاہد ہے کہ خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جن سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہیں اس کے خلاف فتویٰ دیا، جیسا کہ گزرا اور اس کے خلاف روایت کی، جیسا کہ حدیث رکانہ کے طریق اول سے جس میں طلق امرأۃ البتہ وارد ہے، ظاہر ہے اور راوی

جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ روایت ضعیف ہے کما صر صحابہ

اسی لئے امام ابو بکر جصاص رازی علیہ الرحمۃ ان دونوں خبروں کے منکر ہونے کا افادہ فرمانے کے بعد بطور دلیل فرماتے ہیں:

وقد روی سعید بن جبیر و مالک بن الحدیث و محمد بن ایاس و النعمان بن أبی عیاش کلهم عن ابن عباس فی من طلق امرأته ثلثا أنه عصر ربه و بانت منه امرأته۔ یعنی سعید بن جبیر مالک بن حارث محمد بن ایاس اور نعمان بن ابی عیاش ان سب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے اس کے بارے میں فرمایا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں کہ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہو گئی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس فتوی پر غیر مقلد کے الفاظ میں تبصرہ کر دیں۔

یہ حدیث اگر چہ لفظاً موقوف ہے اور صحابی کا قول ہے مگر حکما مرفوع ہے، کیونکہ اس میں اجتہاد اس مساغ یا دخل نہیں ہے، کیونکہ ایسا قطعی فیصلہ نبوی فیصلہ پر موقوف ہوتا ہے الخ صفحہ ۱۹ شرعی طلاق۔

یہ الفاظ ایک حدیث بحوالہ سنن ابوداؤد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کر کے غیر مقلد نے تحریر کئے ہیں۔ وہاں بھی غیر مقلد نے خیانت سے کام لیا ہے اور جھوٹ سے پیٹ بھرا ہے۔ اس کی نقاب کشائی تو بعد میں

ہوگی۔ یہاں ہمارے ائمہ اعلام کی دیانت کا جلوہ دیکھنے کے بعد غیر مقلد کی خیانت ودروغ گوئی کا مکروہ چہرہ دیکھئے۔

حدیث رکانہ جس میں وارد ہوا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، جس کو امام ابوبکر جصاص رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں ذکر کیا، اوراس سے پہلے رکانہ ہی سے مروی وہ حدیث ذکر کی، جس میں وارد ہوا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی تھی۔ غیر مقلد نے وہی تین طلاقوں والی بحوالہ مسند امام احمد ذکر کی کہ اسے مفید مدعی پایا، اور دوسری حدیث طلاق البتہ والی جسے خود ابوبکر جصاص رازی نے اس احکام القرآن میں جس سے یہ بارہا سند لایا ہے، اور ترمذی وابوداؤد نے ذکر کیا ہے، صاف اڑا گیا کہ مضر مدعی تھی، پھر منہ بھر کر یہ جھوٹ بھی بول دیا کہ:

اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی صحیح کہتے ہیں

(اعلام الموقعین ابن القیم ج ۴ شرعی طلاق ص ۱۴)

اقول مسند امام احمد میں یہ حدیث ضرور ہے مگر افادۂ تصحیح کا نشان نہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتوی اور روایت اس کے خلاف ہے، جو اس کے عدم صحت بلکہ نکارت کی دلیل ہے، بلکہ خود امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتوی اس پر نہیں بلکہ ان کا فتوی وہی ہے جو جمہور مسلمین کا ہے بلکہ وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دیدیں تو یہ بھی سنت کے موافق ہے۔

جامع ترمذی میں ہے

قال بعضھم ان طلقھا ثلثا و ھی طاھر فانہ یکون للسنۃ ایضا

وهو قول الشافعي و احمد و قال بعضهم لا يكون ثلاثا للسنة الا أن يطلقها واحد.

امام نووی شارح صحیح مسلم شرح میں فرماتے ہیں:

وقد اختلف العلماء فيمن قال لامراته انت طالق ثلثا فقال الشافعي و مالك و ابو حنيفة واحمد و جماهير العلماء من السلف و الخلف يقع الثلاث وقال طاؤس و بعض اهل الظاهر لايقع بذالك الا واحدة الخ:

پھر امام ترمذی نے وہ حدیث ذکر ہی نہ کی جس میں رکانہ کا اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینا مذکور ہے، بلکہ وہ حدیث رکانہ لائے ہیں جس میں طلاق البتہ کا ذکر ہے، اور اسے ذکر فرما کر فرمایا کہ لانعرفه الا من هذا الوجه یعنی اس حدیث کو ہم اس سند کے سوا کسی اور سند سے جانتے ہی نہیں، تو یہ صاف اس امر پر دلالت ہوئی کہ یہ حدیث اس سند سے جو ترمذی وغیرہ نے ذکر کی معروف ہے، اور دوسری طریق سے منکر ہے، جیسا کہ احکام القران سے گزرا، پھر غیر مقلد کا یہ حدیث دوسری سند سے لانا جسے ترمذی نے لانعرفه ہم نہیں جانتے فرمایا، اور یہ کہنا کہ امام ترمذی نے اسے صحیح بتایا کتنا بڑا ابہتان ہے ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

ابھی غیر مقلد صاحب کی خیانتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی سے اپنی اس حدیث منکر کی تائید میں نقل کرتے ہیں کہ:

و هذا الحديث نص في المسئلة لا يقبل التاويل۔ یہ حدیث اس مسئلہ میں بالکل نص صریح ہے، کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہے۔ (شرعی طلاق ۱۶)

واقعة خصوصية ركانة:

اب ہم فتح الباری سے علامہ ابن حجر کا کلام اس حدیث کے بارے میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، جس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ غیر مقلد نے کیا چھپایا اور کیا آشکار کیا۔

علامہ ممدوح فتح الباری میں فرماتے ہیں۔وهذا الحديث نص في المسئلة لا يقبل التاويل الذي في غيره من الروايات الا في ذكرها و قد اجابوا عنه باربعة اشياء (ص ۳۱۶، ج ۹، فتح الباری)

یعنی یہ حدیث جسے محمد بن اسحٰق نے روایت کیا اور اس سے استدلال کیا، اس مسئلہ میں نص ہے جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتی جو اس کے سواد، وسری ان روایات میں ہے جن کا ذکر آ رہا ہے، اور علماء نے اس کے چار جواب دیے، دیکھیے غیر مقلد صاحب نے فتح الباری کی عبارت سے وہ فقرہ جو بالکل مذکورہ عبارت سے متصل و مرتبط تھا صاف اڑا دیا اور ابن حجر پر یہ جڑ دی کہ انہوں نے کہا کہ کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہے، پھر یہ تو سیاق کلام سے خود ظاہر ہے کہ ابن حجر نے یہ بات اپنی طرف سے نہ کہی، بلکہ محمد بن اسحٰق کی حمایت میں جو کہا جا سکتا ہے اسے لکھ دیا، اور آگے چل کر تو محمد بن اسحٰق کی اس روایت ہی کو مرجوح بتا دیا، اور رکانہ ہی سے مروی طلاق البتہ والی حدیث کو صاف راجح بتایا۔

چنانچہ فرماتے ہیں الثالث أن ابداؤ د رجح ان رکانۃ انما طلق امرأته البتة كما أخرج هو من طريق آل بيت ركانة و هو تعليل قوى لجواز أن يكون بعض رواته حمل البتة على الثلاث فقال طلقها ثلثا فبهذه الكنه يقف الاستدلال (ج ۹)

بحديث ابن عباس یعنی تیسرا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ رکانہ نے تو اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی جیسا کہ انہوں نے اہل بیت رکانہ کی سند سے خود یہ حدیث روایت کی، اور حدیث میں یہ تعلیل قوی ہے کہ ممکن ہے کہ بعض روایان حدیث نے البتہ کا معنی تین طلاق سمجھا ہو، تو اس نے یوں کہہ دیا ہو کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں۔ اور اس نکتہ سے ابن عباس کی حدیث سے استدلال موقوف ہو جاتا ہے (یعنی ابن عباس کی وہ حدیث جو محمد بن اسحٰق نے روایت کی کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں مرجوح ٹھہری تو قابل استدلال نہ رہی) اور محمد بن اسحٰق کی اس روایت میں جو یہ احتمال بتایا کہ بعض راویوں نے البتہ کو تین طلاق سمجھ کر تین طلاقوں کی روایت کر دی، بعینہ یہی احتمال محمد بن اسحٰق کی مستند دوسری روایت میں جس میں وارد ہوا کہ تین طلاقیں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق کے دور میں اور شروع خلافت فاروقی میں ایک شمار ہوتی تھیں نقل کیا، اور اسے مقرر موئد فرمایا، حالانکہ پہلے اسی فتح الباری میں محمد بن اسحٰق کی تائید میں یہ روایت لائے اور یہ عبارت لکھی جو غیر مقلد صاحب نے اپنے کتابچہ میں تحریر کی، اور غیر مقلد صاحب اس عبارت کو لکھنے سے پہلے یوں گویا ہوئے کہ پھر جو اس پر اعتراضات

ہوئے ہیں۔

حافظ صاحب پھر ان کے جوابات دے کر فرماتے ہیں و یقوی

حدیث ابن اسحق المذکور ما اخرجہ مسلم الخ یعنی صحیح مسلم والی حدیث

یعنی پہلی حدیث اس روایت کو قوی بناتی ہے۔ (کتابچہ غیر مقلد مذکورہ ص ۱۵)

لفظ البتہ کی تشریح:

اب آگے حافظ ابن حجر اس کے جواب میں کیا فرماتے ہیں، وہ غیر مقلد اڑا گئے، اسے ہم سے سنئے اور مخالف کی خیانت پر حیرت کیجئے، فرماتے ہیں۔

الجواب الثامن حمل قوله ثلثا على ان المراد به البتته كما تقدم فى حديث ركانة سواء و هو من روايته ابن عباس ايضا و هو قوى و يؤيده ادخال البخارى فى هذا الباب الآثار التى فيها البتته و الأحاديث التى فيها التصريح بالثلاث كانه يشير الى عدم الفرق بينهما و ان البتته اطلقت حمل على الثلاث الا ان اراد المطلق واحدة فيقبل فكأن بعض رواته حمل لفظ البتته على الثلاث لاشتهار التسوية بينهما فرواها بلفظ الثلاث وانما المراد البتته و كانوا فى العصر الأول يقبلون ممن قال اردت بالبته الواحدة فلما كان عهد عمراً مضى الثلاث فى ظاهر الحكم (ص ۳۱۸ ج ۹ فتح البارى)

یعنی آٹھواں جواب یہ ہے کہ تین طلاق کی روایت کو اس پر محمول کریں کہ اس سے مراد طلاق البتہ ہے، جیسا کہ حدیث رکانہ میں یہی بات پہلے کہی گئی اور یہ ابن عباس کی روایت سے بھی ہے اور یہ جواب قوی ہے، اور اس کی تائید

یوں ہوتی ہے کہ بخاری نے اس باب میں ان آثار کو داخل کیا ہے، جن میں طلاق البتہ کا ذکر ہے، اور وہ احادیث بھی درج کیں جن میں تین طلاقوں کی تصریح ہے ۔ گویا کہ امام بخاری یہ اشارہ کرر ہے ہیں کہ لفظ البتہ اور تین طلاق میں فرق نہیں، اور یہ کہ لفظ البتہ جب مطلق بولا جائے تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں، مگر جب کہ شوہر ایک طلاق مراد لے تو اس کی بات مقبول ہوگی، تو شاید بعض راویوں نے لفظ البتہ کو تین طلاق پر محمول جان کر ان دونوں لفظوں میں مساوات کی شہرت کے سبب حدیث میں بلفظ ثلاث یعنی تین طلاق کی روایت کر دی، حالانکہ مراد تو یہ ہے کہ لوگ طلاق البتہ دیتے تھے، اور پہلے زمانے میں جو یہ کہتا تھا کہ میری مراد البتہ سے ایک طلاق ہے اس کی بات مان لیتے تھے، تو جب سیدنا عمر کا زمانہ آیا تو انہوں نے تینوں طلاقوں کا حکم ظاہر کا اعتبار فرماتے ہوئے فرما دیا۔ یہاں جو تاویل علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی، یاد کیجئے یہی تاویل حدیث رکانہ میں ابوداؤد کے حوالہ سے وہ پہلے کر چکے اور اسے مقرر رکھ آئے۔

اس تاویل کا حاصل یہ ہے کہ بعض راویوں نے روایت بالمعنی کی اس لیے لفظ البتہ کے بجائے تین طلاقوں کی روایت کر دی، تو حاصل یہ ہوا کہ حدیث رکانہ کی طرح اس دوسری حدیث میں بھی بعض رواۃ نے تصرف کیا، جس سے دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت روایت حدیث میں ہوئی اور راوی جب ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرے تو حدیث صحیح نہیں بلکہ شاذ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن حجر نے باوجود یہ کہ محمد بن اسحٰق کی تقویت میں مسلم کی یہ حدیث ذکر کی، لیکن پھر اپنے کلام کو مقرر نہ رکھا بلکہ اس حدیث کے شذوذ کا دعویٰ بیہقی

سے نقل کیا، اور اسے مقرر رکھا۔

چنانچہ اسی فتح الباری میں علامہ ممدوح رقم طراز ہیں:

روایت طاؤس:

الجواب الثانی دعوی شذوذ روایہ طاؤس وھی طریقۃ البھیقی فانہ ساق الروایات عن ابن عباس بلزوم الثلاث ثم نقل عن ابن المنذر رأنہ لا یظن یا بن عباس انہ یحفظ شیئاً عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم ویفتی بخلافۃ فیتعین المصیر الی الرجیح و الأخذ بقول الاکثر اولیٰ من الاخذ بقول الواحد اذا خالفھم و قال ابن العزلی ھذا حدیث مختلف فی صحتہ فکیف یقدم علی الاجماع.

یعنی دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ طاؤس کی یہ روایت (جس میں وارد ہوا کہ اگلے زمانے میں تین طلاقیں ایک طلاق قرار پاتی تھی) شاذ ہے، اور یہ امام بیہقی کا طریقہ ہے، اس لیے کہ بیہقی نے پہلے وہ روایتیں ابن عباس سے درج کیں جن میں تین طلاقوں کے لازم ہونے کی تصریح ہے، پھر ابن منذر سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ابن عباس پر یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات یاد رکھیں، اور خود اس کے برخلاف فتویٰ دیں تو ترجیح آخرکار متعین ہے، اور قول اکثر پر عمل کرنا ایک شخص کے قول پر عمل سے اولیٰ ہے، جب کہ ایک کا قول اکثر کے خلاف ہو۔ اور ابن عربی نے کہا کہ یہ ایسی حدیث ہے جس کی صحت میں اختلاف ہے تو اجماع پر کیوں کر مقدم ہو سکتی ہے۔

علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) یہ کہ روایت طاؤس جس سے محمد بن اسحٰق نے استدلال کیا شاذ ہے،
اسی کو احکام القرآن میں منکر سے تعبیر کیا جیسا کہ گزرا۔
(۲) یہ روایت ابن عباس کی دوسری روایت کے معارض ہے، جن میں
تین طلاقوں کے لزوم کی تصریح ہے اور قریب یہی مضمون حدیث رکانہ کے جواب
میں بھی پہلے تحریر فرما چکے
(۳) اس حدیث کے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہونے
میں یوں اندیشہ و شک ظاہر فرمادیا کہ یہ خیال ابن عباس کے متعلق نہیں ہو سکتا کہ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث حفظ کریں اور اس کے برخلاف فتویٰ
دیں، حالانکہ اس کے خلاف انہوں نے فتویٰ دیا ہے، تو اس روایت کا ابن عباس
سے ثابت ہونا ہی محل شبہ میں ہے، اور اس جواب کا حاصل وہی ہے جو حدیث
رکانہ کے جواب میں فرمایا کہ علماء نے اس کا معارضہ فتوے ابن عباس سے فرمایا
ہے، اور اس جگہ ابن عربی کے اس اسلوب معارضہ کو مقرر رکھنا اس کی دلیل ہے
کہ یہ ان کے نزدیک معتمد و مستند ہے، اور وہاں جو یہ فرمایا تھا کہ واجب بان
الاعتبار بروایۃ الروای لابرایہ لما بطرق رأیہ من احتمال النسیان و غیر
ذالک۔ یعنی اس معارضہ کا جواب دیا گیا کہ اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ
اس کی رائے کا اس لیے کہ اس کی رائے میں نسیان وغیرہ کا اندیشہ ہے، اس کے
متعلق ان کے کلام متاخر سے بات صاف ہو گئی کہ وہ ان کا کلام نہیں، نہ ان کا
مرضی و پسندیدہ ہے۔ اور یہاں سے اس کا جواب صاف ہو گیا کہ اس کے
روایت ابن عباس ہونے میں شبہ ہے

(۴) اگر مان لیں کہ یہ روایت ابن عباس ہے تو یہ دوسری روایت ابن عباس کے معارض ہے اور عند المعارض جب تطبیق و توفیق نہ بن پڑے تو ترجیح دیں گے اور ترجیح قول جمہور کو ہے کہ تین طلاق کے لزوم کے قائل ہیں کہ ایک کے مقابل جمہور کے مذہب پر عمل آکد الزم ہے۔

(۵) اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے تو یہ اجماع پر مقدم نہیں ہو سکتی (۵) یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیکبارگی تین طلاقیں واقع ہو جانے پر امت کا اجماع ہے، اور مخالف کے خلاف کا اعتبار نہیں۔ اسی لیے تو باوجود حکایت اختلاف کی پھر بھی اجماع کی تشریح فرمائی اور خلاف متفرد کو اصلاً اجماع میں مخل نہ جانا، بلکہ اسے شذوذ سے کہ سواد اعظم سے انفراد اور مخالفت اجماع کا نام ہے تعبیر فرمایا، اور شیعہ وغیرہم کا قول بتایا۔

اسی فتح الباری میں ہے:

وھو قول للشیعۃ و بعض اھل الظاھر و ھو شذوذ و ذھب کثیر منھم الی وقوعہ مع منع جوازہ الخ (ای السلف)

یعنی تین طلاقوں کے عدم وقوع کا قول شیعہ اور بعض اہل ظاہر کا ہے، اور یہ قول مخالف اجماع ہے، اور بہت علماء کا مذہب یہ ہے کہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں مگر ایسا کرنا حلال نہیں۔

نکاح متعہ کا حکم:

اور اس سے زیادہ صاف وسپید اس بحث کے تتمہ پر اسی فتح الباری میں فرمایا:

وفی الجملۃ فالذی وقع فی ھذہ المسئلۃ نظیر ما وقع فی

مسئلة المتعة سواءً أعني قول جابر انها كانت تفعل فی عهد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و أبی بکر و صدر من خلافة عمر قال ثم نهانا عمر عنها فانتهينا فالراجح فی الموضعين تحريم المتعة و ايقاع الثلاث للاجماع الذی انعقد فی عهد عمر علی ذلك و لايحفظ أن أحدا فی عهد عمر خالفه فی واحدة منهما فدل اجماعهم و علی وجودنا سخ و ان كان خفی عن بعضهم قبل ذلك حتی ظهر لجميعهم فی عهد عمر فالمخالف بعد هذا الاجماع منا بذله والجمهور علی عدم اعتبار من احدث الاختلاف بعد الاتفاق

(والله تعالیٰ اعلم ص ۳۱۹ ج ۹ فتح الباری)

یعنی مختصر یہ کہ اس مسئلہ میں جو واقع ہوا وہ مسئلہ متعہ میں واقع ہونے والے اختلاف کی نظیر ہے، میری مراد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ نکاح متعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور شروع خلافت عمر میں رائج تھا، پھر ہمیں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمادیا تو ہم باز رہے، تو راجح دونوں مسئلوں میں متعہ کی حرمت اور تین طلاقوں کا وقوع ہے، اس لیے کہ عہد فاروقی میں اس پر اجماع ہو گیا ہے، اور عہد فاروقی میں سیدنا فاروق سے کسی کا اختلاف ان دونوں مسئلوں میں سے کسی مسئلہ میں محفوظ نہیں، تو ان کا اجماع وجود ناسخ پر دلالت کرتا ہے (میں کہتا ہوں یہ اس تقدیر پر ہے جب کہ خبر ثابت ہو غیر مؤول ہو اور بصورت شذوذ و نکارت خبر کا ثبوت محل نظر اور تاویلات حدیث مندرجہ فتح الباری کے پیش نظر حدیث محتمل تو اس مخالف کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا)

اگر قبل عہد فاروقی بعض پر ناسخ ظاہر نہ ہو، پھر عہد عمر میں سب کو ناسخ کی اطلاع ہوگئی تو اس اجماع کے بعد جو مخالف ہے وہ اجماع کو ٹھکرانے والا ہے اور جمہور (اہلسنت) اس پر ہیں کہ اس کا اعتبار نہیں، جو اجماع کے بعد اختلاف کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں سے خود ابن حجر کی ان عبارتوں کا جواب ہوگیا۔ جنہیں غیر مقلد صاحب اپنے کتابچہ میں نقل کرلائے اور ان کے بل پر خود تو اجماع کے منکر تھے، ہی علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ منکر اجماع بنالیا۔

چنانچہ غیر مقلد صاحب رقم طراز ہیں۔

بس جو امیر المومنین کے زمانے میں تین نافذ کرنے کا فیصلہ ہوا، اگرچہ وہ سیاسی تھا، شرعی نہ تھا۔ کما تقدم جیسا کہ پہلے بیان ہوا تاہم اس وقت بھی صحابہ کا اجماع نہ تھا، اور چونکہ ابن عباس کی مخالفت تھی، اس کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ اس کے قائل ہیں۔ فتح الباری ص ۳۶۳ ج ۹ میں ہے نقل عن علی و ابن مسعود عبد الرحمٰن بن عوف و زبیر مثلہ یعنی ان چار جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے، پس اجماع کا دعویٰ غلط ہے۔ ص ۲۰ پھر ص ۲۲ پر کہا اور فتح الباری میں ہے وھو نقل الغنوی عن جماعۃ من مشایخ قرطبہ محمد بن تقی بن مخلد و محمد بن عبد السلام الخشنی وغیرھما و نقلہ ابن المنذر عن

اصحاب ابن عباس کعطاء و طاؤس و عمر بن دینار۔ علامہ عتوی نے یہی فیصلہ قرطبہ مشہور علماء محمد بن تقی بن مخلد اور محمد بن عبدالسلام خشنی وغیرہما سے بھی نقل کیا ہے، اور تابعین میں سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد عطاء بن ابی رباح طاؤس اور عمر بن دینار سے بھی نقل کیا ہے، پس یہ دعوی کہ بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کرنے پر اجماع ہے غلط ثابت ہوا، بلکہ مسئلہ اختلافیہ رہا۔

عہد صحابہ میں اجماع:

غیر مقلد کی منقولہ فتح الباری کی ان عبارتوں کو علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دوسری عبارتوں کے ساتھ پڑھئے جو ہم نے پہلے فتح الباری سے نقل کیں، تو کھل جائے گا کہ ابن حجر صاف بتا رہے ہیں کہ تین طلاقوں کے مسئلہ پر زمن فاروق اعظم میں صحابہ کا اجماع ہو چکا، تو فتح الباری میں اس سے پہلے جو چند صحابہ کا اختلاف نقل کیا، اسی فتح الباری سے ثابت ہوا کہ وہ نقل ثابت نہیں۔ اور ثابت و مقرر وہ ہے جسے فتح الباری میں سب سے پہلے اور سب سے بعد علامہ ابن حجر نے لکھا، یعنی اس مسئلہ پر تمام صحابہ اور جمہور کا اجماع ہے اور مخالف کا اعتبار نہیں، لہذا ایکبارگی تین طلاقیں واقع ہوں گی اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے، اور علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکایت اختلاف کرنا ان کی غایت امانت کی دلیل ہے، اور غیر مقلد کا اسے چھپانا نہایت خیانت پر مبنی ہے۔ اور یہ غیر مقلد اور اس کے پیش رو ابن قیم کا بہتان ہے کہ زمن صدیق اکبر میں تین طلاقیں ایک شمار

ہوتی تھیں، اور یہ کہ اس پر اجماع ہے۔ اس بہتان کے ذریعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم احکم کو غیر شرعی اور انہیں خارق اجماع اور حکم شرع کو بدلنے والا ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے، اور یہ غیر مقلدوں کی دریدہ ذہنی ہے جس میں ان کے پیشرو اور مورث اعلیٰ ابن تیمیہ اور ابن قیم ہیں۔

علامہ ابن حجر ہاشمی مکی نے فتاوی حدیثیہ میں ابن تیمیہ سے نقل کیا'' کہ وہ کہتا ہے کہ عمر سے غلطیاں ہوئیں'' اور کیسی غلطیاں ہوئیں، اور پورے کتابچہ میں غیر مقلد صاحب نے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کا لہجہ روا رکھا ہے، جیسا کہ اس کے مطالعے سے ظاہر وباہر ہے۔

غیر مقلد صاحب رقمطراز ہیں۔

پس اجماع کا دعویٰ غلط ہے، بلکہ اس کے خلاف تین کے ایک ہونے کا فیصلہ پہلے متفقہ ہو چکا تھا، جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوا، اور ابوبکر صدیق کے زمانے میں یہی فیصلہ تھا۔ اور تین کو نافذ کرنے کا فیصلہ بعد کا حادث اور نیا ہے، اس سے پہلے ایک ہونے پر اتفاق تھا، علامہ ابن قیم فرماتے ہیں۔ و

اما اقول الصحابه فيكفى كون ذلك على عهد الصديق و معه جميع الصحابة لم يختلف عليه منهم احد ولا حكى فى زمانه القولان حتى قال بعض اهل العلم ان ذلك اجماع قديم و انما حدث الاختلاف فى زمن عمر رضى الله تعالىٰ عنه و استمر الخلاف

[illegible]

[illegible] ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں،

[illegible] معلوم ہو [illegible] ثبوت کے بارے میں اتنا ہی کافی

[illegible] صدیق اور [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں

[illegible] سارے کے سارے ان کے ساتھ تھے کسی نے اختلاف

نہیں کیا [illegible] کسی سے کوئی دوسرا قول منقول ہے حتی کہ بعض علماء

کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ پرانا اجماع ہے، اختلاف بعد میں پیدا ہوا۔

یعنی خلیفہ ثانی کے زمانے میں، اور وہ اختلاف اب تک باقی

ہے، جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے۔

استدلال:



اقول و باللہ التوفیق: غیر مقلد صاحب اور ان کے پیش رو ابن تیم کا دعوی سراسر غلط ہے۔

اولاً: وہ حدیث جس پر اجماع قدیم کا دعوی ہے بار ہا گزرا کہ شاذ و منکر ہے،

ثانیاً: وہ حدیث تاویلات عدیدہ کی محتمل ہے، اور بعض تاویلات ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں، از انجملہ یہ تاویل شروع ہی میں امام نووی سے ذکر کی تھی کہ پہلے لوگ تاکید مراد لیتے تھے، پھر عرف بدل گیا اور لوگ استئناف وتجدید طلاق کی نیت کرنے لگے، لہذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرف شائع اور غالب عادت کا لحاظ فرما کر تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا حکم دیا، اور خود حدیث میں بھی اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے، اور خود غیر مقلد صاحب نے اعتراف کیا ہے۔

چنانچہ کتابچہ مذکورہ میں غیر مقلد صاحب رقم طراز ہیں "لوگوں نے اس سیاسی مصلحت کا ناجائز فائدہ لینا شروع کیا اور طلاق دینے میں جلد بازی کرنے لگے، تو امیر المومنین نے تین کو نافذ کردیا، اور خود علت بیان کرتے ہیں کہ ان الناس قد استعجلوا فی الامر الخ چونکہ لوگ ایک ایسے کام میں جلدی کرنے لگے جس میں ان کو شریعت کی جانب سے کافی مہلت دی گئی تھی الخ۔

ثالثاً: یہ کہنا کہ تین کو نافذ کرنے کا فیصلہ بعد کا حادث اور نیا ہے، اس کا صاف مطلب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم شرع کو بدلا اور اجماع قدیم کو توڑا، اور یہ بہتان عظیم ہے، جس کی تکذیب خود حدیث سابق جس سے غیر مقلد نے استدلال کیا، بلکہ خود اس کے اقرار گزشتہ سے ظاہر ہے مگر اپنے باطل دعوی کو نبھانے کی ہوس نے ایسا بے ہوش کردیا ہے کہ تبدل عادت اور تبدل حکم میں تمیز کھو بیٹھے، اور اپنی مستند فتح الباری میں نظر نہ آیا، یا قصداً یہ عبارت چھپائی، جس میں صاف تصریح ہے کہ یہ حدیث ایک خاص صورت میں وارد ہوئی، اور وہ یہ کہ جملہ طلاق کی تکرار کی جائے تو پہلے زمانے میں لوگوں سے ارادہ تاکید کو ان کے صدق پر نظر رکھتے ہوئے قبول کرلیتے تھے، اور ایک طلاق کا حکم دیتے تھے، پھر جب لوگ دھوکہ دینے لگے اور کثرت سے تین طلاق کے جملے بولنے لگے تو حضرت عمر نے ان کی عادت کے لحاظ سے تینوں نافذ فرمادیں۔ یہ ایک وجہ ہوئی جو ہم نے فتح الباری سے بیان کی، پھر اسی حدیث سے ثابت ہے کہ پہلے لوگ تین طلاقوں کا تلفظ نادراً کرتے تھے، اور لوگوں کی اس وقت عادت یہ تھی کہ ایک طلاق کا تلفظ کرتے تھے، یا البتہ کا تلفظ کرتے تھے، اسی لیے اسی فتح

الباری میں اس حدیث کی ایک تاویل یہ بیان کی کہ پہلے لوگ ایک ہی طلاق دیتے تھے، اور لوگوں کی اس وقت اکثر اوقات میں یہی عادت تھی، اور وہ نادراً تین طلاقیں یکبارگی دیتے تھے، یا اصلاً تین طلاقوں کا تلفظ ایک دفعہ میں نہیں کرتے تھے، تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ اب تین طلاقیں دیتے ہو، اور زمن رسول علیہ الصلوۃ والسلام میں لوگ ایک طلاق دیتے تھے، اور حدیث میں یہ جو فرمایا کہ عمر نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں وہی حکم دیا جو پہلے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں دیا جاتا تھا۔ یعنی اگر کوئی یکبارگی تین طلاقیں دیتا یا البتہ سے تین طلاقیں مراد لیتا، تین ہی واقع ہوتی تھیں۔ جیسا کہ حدیث رکانہ وغیرہ سے ظاہر ہے اور یہ تاویل ابوذرعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اور اس طور پر بھی خبر مذکور میں لوگوں کی عادت کے بدلنے کی خبر ہے نہ کہ تغیر حکم کی اطلاع۔

عہد فاروقی کا حکم:

یہ دوسری تاویل بھی فتح الباری میں افادہ فرمائی۔ عبارت یہ ہے

الجواب الخامس دعوی انه و ردفی صورة خاصة فقال ابن شریح و غیره یشبه أن یکون ورد فی تکریر اللفظ کان یقول انت طالق انت طالق و کانوا اولاً علی سلامة صدورهم یقبل منهم أنهم أراد والتاکید فلما کثر الناس فی زمن عمر و کثر فیهم الخداء و نحوه مما یمنع قبول من ادعیٰ التاکید حمل عمر اللفظ علی ظاهر التکرار فامضاه علیهم و هذا الجواب ارتضاه القرطبی و قواه یقول عمر ان الناس

استعحلوا فی أمر کانت لهم فیه اناة و کذا قال النووی ان هذا اصح الاجوبه السادس تاویل قوله واحدة و هو أن معنی قوله کان الثلاث واحدة أن الناس فی زمن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کانوا یطلقون واحدة فلما کان زمن عمر کانوا یطلقون ثلثا لأنهم کانوا لا یستعملون الثلاث اصلاً أو کانوا یستعملوا نهانا دراً و أما فی عصر عمر فکثر استعمالهم لها و معنی قوله فامضاه علیهم و اجازة و غیر ذلك انه صنع فیه من الحکم یا یقاع الثلاث ما کان یصنع قبله ورجح هذا التاویل العربی و نسبه ابی ابن زرعة الرازی و کذا اورده البیهقی باسناد صحیح الی ابی زرعة قال معنی هذا الحدیث عندی أن ما تطلقون ثلثا کانو یطلقون واحدة قال النووی و علیٰ هذا فیکون الخبر وقع عن اختلاف عادة الناس خاصة لا عن تعتبر الحکم فی الواحدة فالله اعلم فی الجمله ان ارشادات سے اور خود غیر مقلد کے اقرار سے یہ ثابت ہے کہ عہد فاروقی میں کوئی نیا حکم نہ ہوا، بلکہ وہی حکم جاری ہوا جو پہلے جاری تھا، ہاں لوگوں کی عادت ضرور بدل گئی یعنی تین طلاقیں کثرت سے لوگ دینے لگے جب کہ پہلے ایسا کبھی کبھی ہوتا تھا۔

رابعاً: جب یہ ثابت ہی نہیں کہ عہد فاروقی سے پہلے تین طلاقیں ایک قرار پاتی تھیں، بلکہ قطعاً حدیث رکانہ وغیرہ سے یہی ثابت ہے کہ عہد رسالت و صدیق میں بھی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں، اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی حکم سابق کو نہ بدلا بلکہ وہی جو پہلے کیا جاتا تھا، تو تین طلاقوں کے ایک

ہونے پر زمانہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے اجماع کیسے ہوگیا، تو تین طلاق کے ایک طلاق ہونے پر اجماع کا دعوی ہی پایہ ثبوت کونہیں پہنچتا، اوراس اجماع کی حکایت ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں یعنی جس سے غیر مقلد نے استناد کیا، جسے احکام القرآن وفتح الباری وغیرہ سے ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ اقدس میں تین طلاقوں کے لازم ہونے پر اجماع پہلے ہی نقل کیا۔اور غیر مقلد صاحب نے ان عبارتوں کا اصلا پتہ نہ دیا، اوراس طرح اپنی خیانت کا ایک اور ثبوت دیا کہ وہ لاکھ چھپائیں پھر بھی ان کی خیانت چھپنے کی نہیں کہ:

تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

آخر کیا وجہ ہے کہ غیر مقلد صاحب نے جن کتابوں کے نام لئے ان میں سے کسی کتاب میں اس کا کوئی پتہ نہیں کہ پہلے تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے پر اجماع تھا۔ غیر مقلد صاحب کو لے دے کے اپنے ہمنوا ابن قیم غیر مقلد کی کتاب اعاثہ اللهفان ملی، اس میں بھی ان کے ہمنوا نے غیر مقلد کی طرح جرأت سے کام لے کر یہ زوردار دعوی، کہ بلکہ اس کے خلاف تین کے ایک ہونے کا فیصلہ پہلے متفقہ ہو چکا تھا (ص ۱۲۰) اور اسی طرح یہ اجتماعی فیصلہ تھا (۱۰ھ) کتابچہ غیر مقلد نے کیا بلکہ یوں کمزور الفاظ میں ان کا ہمنوار گویا ہوا کہ حتی قال بعضهم ان ذلك اجماع قديم اس عبارت کا ترجمہ غیر مقلد صاحب نے خود یوں کیا کہ حتی کہ بعض علماء کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ پرانا اجماع ہے۔

ابن قیم کی مجہول روایت

ابن قیم کے اس طرز حکایت سے ظاہر ہے کہ یہ دعوی بعض کا ہے اکثر کا نہیں، پھر یہ حکایت ابن قیم نے بعض مجہول سے کی جس کی عدالت معلوم نہیں تو یہ روایت بعض ہی سے صحیح سند سے ثابت ہی نہیں، بلکہ قطعاً نامعتبر، پھر اس کے بل پر ابن قیم کا یہ دعوی کر دینا کہ

> یہ فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نافذ تھا اور صحابہ ان کے ساتھ تھے، کسی نے اختلاف نہیں کیا، نہ کسی سے کوئی دوسرا قول منقول ہے حتی کہ بعض علماء کا الخ۔

ترجمہ غیر مقلد از کتابچہ مذکور کیونکر قابل سماعت ہے، اور اس کے عدم اعتبار پر خود اس کے کلام میں یہ شہادت کافی کہ یہ حکایت اجماع بعض مجہول سے منقول ہے، تو آپ ہی نامقبول ہے اس کے علاوہ اس ادعا میں ابن قیم کے کذاب ومفتری ہونے پر خود اس کے کلام میں یہ چمکتی دلیل ہے کہ منہ بھر کے اس نے یہ تو کہہ دیا کہ اختلاف بعد میں پیدا ہوا خلیفہ ثانی کے زمانے میں، اور وہ اختلاف اب تک باقی ہے، جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے، لیکن آگے جب اختلاف بتایا تو کس کا۔ ان کا اختلاف بتایا جن کا اختلاف کسی گنتی شمار میں نہیں، اور جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت بعد ہوئے

ائمہ کرام کا اجماع:

چنانچہ غیر مقلد صاحب رقم طراز ہیں:

کہ پھر آگے حافظ موصوف اختلاف کی نوعیت یوں بیان

کرتے ہیں کہ امام داؤد اور ان کے ساتھیوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ اس طرح کی تین ایک ہی طلاق ہے (ص ۲۱)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف وہ ہیں جو ان کے معاصر نہیں، بلکہ ان سے بہت متأخر ہیں، اور اگر کوئی ایک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم عصر ان کا مخالف اس مسئلہ میں ہوتا تو ابن قیم ضرور اس کا ذکر کرتا، مگر ابن قیم اس جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی ہم عصر کا نام نہ لے سکا، جو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مسئلہ میں مخالف ہو تو تین طلاق کے ایک ہونے پر عہد فاروقی سے پہلے اجماع کا بلند بانگ دعویٰ، اور عہد عمر میں اختلاف پیدا ہونے کی بات سراسر جھوٹ ہے، جو غیر مقلدان زمانہ پرانے غیر مقلد کی پیروی میں بول رہے ہیں، البتہ یہ سچ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد بہت کچھ لوگوں نے اجماع سابق اور اتفاق قدیم کو توڑا، اور انہوں نے اختلاف کیا جس کو جمہور نے یک قلم مسترد کر دیا اور اس کے غیر معتبر ہونے کی تصریح فرمادی، جیسا کہ فتح الباری سے گزرا۔

نیز عمدۃ القاری میں امام بدرالدین عینی نے ارشاد فرمایا۔ مذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم منهم الاوزاعي والنخعي والثوري و ابوحنيفه و اصحابه و مالك و اصحابه والشافعي و اصحابه و احمد و أصحابه و اسحق و أبو ثور و ابو عبيد وآخرون كثيرون على ان من طلق أمراته ثلثا وقعن و لكنه يأثم وقالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف لأهلا السنة و انما تعلق به أهل البدع و

من لا يلتفت اليه لشذ وذه عن الجماعة التى لا يجوز عليهم التواطو على تحريف الكتاب و السنة

یعنی تابعین و تبع تابعین کے جماہیر علماء جن میں اوزاعی، نخعی، ثوری، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب مالک، اور ان کے اصحاب شافعی، اور ان کے اصحاب، اور احمد، اور ان کے اصحاب، اور اسحٰق و ابو ثور و ابو عبید، اور بہت سارے ان کے سوا علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیگا اس کی طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ لیکن وہ گنہ گار ہوگا اور ان سب کا ارشاد ہے جو اس مسئلہ میں مخالف ہے وہ شاذ، اور اہل سنت سے جدا ہے اور اختلاف سے تو اہل بدعت اور وہ لوگ ہی چمٹے ہیں جن کی طرف التفات نہیں، اس لیے کہ یہ لوگ اہل سنت و جماعت سے جدا، ہیں جن کا کتاب وسنت کی تحریف وتبدیل پر اتفاق کر لینا محال ہے، یہاں سے ظاہر ہوا کہ غیر مقلد نے جو ابن قیم کے حوالہ سے جو اس قول شاذ کی نسبت بعض حنفیہ ومالکیہ وحنابلہ کی طرف کی ہے وہ غیر ثابت و نامعتبر ہے، اور انصاف کی نظر سے دیکھئے تو جامع الرموز کی وہ عبارت بھی جو غیر مقلد نے نقل کی، جس کا ترجمہ یہ ہے۔ جو خود غیر مقلد صاحب نے یوں کیا ہے۔

زمانہ رسالت سے لے کر امیر عمر رضی (ہم سنی کہتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شروع خلافت تک جب کوئی شخص تین طلاقیں دیتا تھا تو وہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی، پھر لوگوں کے بکثرت طلاق دینے کی وجہ سے تین طلاقیں سیاستہً اور تعزیراً تین نافذ کر دی گئیں"

ہم اہل سنت و جماعت کے مذہب مہذب کی مؤید ہے، اور غیر مقلد صاحب کو بالکل مضر ہے، اس لیے کہ اس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ تین طلاقوں کے نافذ ولازم ہونے پر زمن فاروقی میں اجماع ہوگیا، کہ صاحب جامع الرموز نے عہد فاروقی میں کسی کے اختلاف کا ذکر نہ کیا، تو بات وہی ہے جو فتح الباری میں فرمائی کہ عہد فاروقی میں کسی کا اختلاف محفوظ و معلوم ہی نہیں، اور اگر کوئی اس وقت مخالف ہوتا تو ضرور علماء نقل کرتے۔ رہ گئی یہ بات کہ صدر اول میں تین طلاقوں کے ایک ہونے پر اجماع تھا تو اس پر بحث پہلے گزر چکی، اور اس کا ایک جواب فتح الباری سے گزرا کہ بر تقدیر تسلیم یہ امر منسوخ ہوگیا، اور ناسخ اس امر کا بعض لوگوں پر پوشیدہ تھا، پھر زمن فاروقی میں سب پر ظاہر ہوگیا، اسی لیے کسی ایک صحابی نے بھی صدر اول کے دستور میں تغیر پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکار نہ کیا، پھر اس کے بعد کسی کو کیا مجال انکار ہے، بلکہ تسلیم وانقیاد لازم ہے، اور اس کے خلاف فتوی دینا قضا نافذ کرنا حرام، اور قاضی کی قضا ہرگز نافذ نہ ہوگی۔

اسی لیے طحطاوی علی الدر المختار میں جامع الرموز کی عبارت لکھ کر فرمایا و فی البحر من انکر وقوع الثلاث فقد خالف الاجماع ولو حکم حاکم بانہا الثلاث تقع واحدۃ لم ینفذ حکمہ لانہ لا یسوغ فیہ الاجتہاد لانہ خلاف لا اختلاف اھ (۱۰۵ص، ج۲)۔

یعنی جو تین طلاقوں کے واقع ہونے کا منکر ہے وہ بے شک اجماع کا مخالف ہے، اور اگر کوئی حاکم یہ حکم کرے کہ تین طلاقوں کی ایک طلاق واقع ہوگی

اس کا حکم نافذ نہ ہوگا، اس لیے کہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں، اس وجہ سے کہ یہ قول (اصل دین کے) خلاف ہے نہ کہ (اصل پر مبنی)

اختلاف غیر مقلد نے جامع الرموز کے ساتھ ساتھ طحطاوی کا نام بھی لیا مگر طحطاوی کی یہ عبارت جس سے جامع الرموز کی عبارت کا صحیح مفہوم کھلتا تھا دبا گیا، اور جامع الرموز کی عبارت کو اپنی ذہنی اختراع سے ایک غلط مفہوم پہنایا اور مدعی ہوا کہ "پس امیر المومنین کا یہ قدم انتظامی اور سیاسی تھا، شرعی نہیں تھا" حالانکہ قہستانی صاحب جامع الرموز کی عبارت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اقدام شرعی نہیں تھا، بلکہ ان کی عبارت سے صاف کھل رہا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حکم یا اجماع صحابہ نافذ ہوا، اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا، ایسے حکم اجماعی کو غیر شرعی بتا دینا غیر مقلد ہی کا کام ہے۔ اور اسے سنی مقلد عالم کے سر دھرنا غیر مقلدانہ جرأت اور بہتان و فریب میں مہارت ہے۔ پھر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کے غیر شرعی ہونے کی یہ الٹی دلیل بھی، ملاحظہ ہو غیر مقلد صاحب بہادر سابقہ عبارت کے متصل رقم طراز ہیں۔

کیونکہ امیر عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے، نہ ان کو ایسا حق تھا، اس کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ وہ خود اپنے دور خلافت میں نبوی فیصلے پر کاربند تھے، اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ (کتابچہ مذکورہ غیر مقلد ص ۱۱)

اور سیدھی بات یہ ہے کہ غیر مقلد صاحب مذکور اپنی اسی الٹی دلیل سے مذہب اہل سنت کی تائید کر گئے اور جب غیر مقلد صاحب کو اعتراف ہے کہ امیر عمر رضی (ہم سنی کہتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے، وہ خود اپنے دور خلافت میں نبوی فیصلے پر کاربند تھے اور اسی کے مطابق فیصلہ نافذ کرتے تھے تو انہیں کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ عین نبوی فیصلہ ہے، مگر غیر مقلد صاحب پھر اوندھے ہو گئے اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب نہ صرف سیدنا عمر کے مذہب بلکہ جملہ صحابہ کے اجماع بلکہ اپنے اقرار کے بموجب خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے سے پھر گئے، اور اپنے اسی اقرار کو جو ابھی گزرا دلیل بنا کر پھر الٹی بات کہہ گئے کہ

"اس لیے ان کے انتظامی قدم کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا اختلاس ہے، اقتباس نہیں، بلکہ شریعت میں ناجائز تصرف ہے۔"

سبحان اللہ اس ناجائز تصرف کے دعویٰ کی دلیل وہ ٹھہری جو پہلے غیر مقلد صاحب بول چکے کہ "کیونکہ امیر عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے۔" الخ اب غیر مقلد صاحب ہی سے پوچھنا چاہیے علاوہ اپنے اقرار کی روشنی میں بتائیں۔

غیر مقلدین سے سوالات:

(۱) سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقدام کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا

[illegible]

[illegible] سے سرتابی اور اجماع [illegible] مسلمین کو توڑنے [illegible]۔

(۴) مخالف ہے تو یہ امر کون سی حدیث صریح غیر محتمل تاویل سے معلوم ہو [illegible]

(۵) سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ [illegible] حکم [illegible] نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف تھا تو صحابہ نے انکار کیوں نہ کیا۔

(۶) کیا اس تقدیر پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی مخالفت کا طعن بلکہ تمام صحابہ پر یہ الزام [illegible] آیا، اور غیر مقلد صاحب نے جملہ صحابہ کو حکم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف پر اجماع کرنے والا ٹھہرا دیا۔

(۷) متعہ بھی عہد رسالت، دورِ خلافت صدیقی میں حلال تھا پھر سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرما دیا اور تمام صحابہ نے [illegible] فتح الباری یہ اقدام بھی بظاہر نبوی فیصلہ کے خلاف ہے، پھر غیر مقلد [illegible] ان کے اس اقدام کو اپنے مذہب کی دلیل بناتے ہیں۔

اور وہ بھی متعہ کو حرام کہتے ہیں، اور صدر اول میں جواز متعہ کے حکم کو منسوخ جانتے ہیں ۔ تین طلاقوں کا مسئلہ اسی متعہ کی نظیر ہے، پھر اس میں اختلاف کی وجہ کیا ہے، اور دونوں میں غیر مقلدین کے نزدیک وجہ فرق کیا ہے، اور اگر وجہ فرق نہ بتا سکیں، اور ہم کہتے ہیں کہ انشاء اللہ قیامت تک نہ بتا سکیں گے، تو یہ مسئلہ حسب ارشاد علامہ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر متعہ ہے، اور تین طلاقوں کے نافذ ہونے پر زمن فاروقی میں اجماع ہو چکا ہے، جیسے متعہ کی حرمت پر اس زمانہ میں اجماع ہوا تو اس میں جو مخالف ہے وہ منکر اجماع ہے، اور وہی اختلاس کا مرتکب ۔ جیسا کہ بارہا غیر مقلد کی خیانت کے نمونے سابقہ صفحوں میں دکھائے گئے اور بھی ناظرین دیکھیں گے وللہ الحمد ولہ الحجۃ السامیہ

اور سنیوں کو اختلاس اور شریعت میں ناجائز تصرف کا مرتکب بتانا غیر مقلد کا بہتان ہے ۔ غیر مقلد صاحب سنیوں پر اختلاس اور شریعت میں ناجائز تصرف کا بہتان باندھنے کے فوراً بعد رقم طراز ہیں "بلکہ خود امیر عمر نے اپنے اس فیصلہ سے بھی آخر میں رجوع فرمایا" مگر اس رجوع کی خبر غیر مقلدوں کے سوا کسی کو نہیں، چنانچہ غیر مقلد نے جتنی کتابوں سے استناد کیا، ان میں اس رجوع کا کوئی ذکر نہیں، لامحالہ مجبور ہو کر ابن قیم کی اعاثۃ اللھفان کا سہارا لیا، اور اس سلسلہ میں اس کتاب سے ایک روایت نقل کر لائے ۔

یہاں ہم غیر مقلد صاحب ہی کے الفاظ نقل کریں، لکھتے ہیں کہ "امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم نہیں ہوا جتنا کہ تین چیزوں پر ہو، اکاش میں طلاق کو حرام نہ کرتا، اور لونڈیوں کی شادی نہ کرواتا، اور

نوحہ کرنے والی عورتوں کو قتل نہ کرواتا، اس روایت کی صحت اور اس کی سند کا حال تو خدا ہی جانے۔ مگر اس سے قطع نظر خود متن حدیث میں بھی شبہ ہے، اس لیے کہ لوگوں کو حضرت عمر نے طلاق دینے سے منع نہ فرمایا تھا، بلکہ خود غیر مقلد نے جو روایت ذکر کی ہے، اسی سے ثابت ہے کہ لوگ زمن فاروقی میں کثرت سے تین طلاقیں یکبارگی دیتے تھے، تو حضرت عمر نے تینوں طلاقیں نافذ فرمادیں، اور انہیں موقوف نہ رکھا کہ ایک بھی نہ پڑے، نہ ایک طلاق کا حکم فرمایا۔ حالانکہ یکبارگی اگر کوئی شخص ایسا خدمت میں آتا جس نے تین طلاقیں اپنی بیوی کو دی ہوں تو اس کو اتنا مار دیتے کہ اس کی کمر دکھ جاتی۔ (فتح الباری وطحاوی)

مزید براں اس سے غیر مقلد کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ اس روایت میں یوں نہیں ہے کہ "کاش میں نے تینوں طلاقوں کو نافذ نہ کیا" ہوتا تو اس روایت کی بناپر رجوع کی نسبت حضرت عمر کی طرف بہتان ہے، جو غیر مقلدوں کا کام ہے اذ لم تستحی فاصنع ماشئت۔ ع

بیحا باش وہر چہ خواہی کن۔

ترجمہ میں غلطی

غیر مقلد صاحب نے اس روایت کے ترجمہ میں ایک جگہ عربیت میں اپنی لیاقت کا بھی مظاہرہ کیا ہے، چنانچہ عربی عبارت و علی أن لا أکون أنکحت الموالی کا ترجمہ فرمایا، اور لونڈیوں کی شادی نہ کرواتا، حالانکہ موالی عربی عبارت میں وارد ہے، جو مولیٰ کی جمع ہے، اور اس کا معنیٰ آزاد کردہ غلام ہے، تو صحیح ترجمہ یہ ہے کہ میں آزاد شدہ غلاموں کی شادی نہ کراتا، اور یہ دوسری

بت ہے جس کی نسبت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہونا محل اقرار موضع شبہ ہے، اس لیے کہ نکاح سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، اور سنت کی تعمیل کرنا کرانا نیک کام ہے، غلاموں اور کنیزوں کے لیے، تو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وانکحوا الایامی منکم و الصالحین من عبادکم و امائکم اور نکاح کردو اپنوں میں جو بے نکاح ہوں، اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا تو ان کا نکاح کرانا بھی نیک کام ہے، اور وہ بھی مامور بہ ہے۔

لہذا آیت سے بے نکاحی کنیزوں کا نکاح کرنے کا بھی حکم ہوا۔ نیز قرآن کریم مسلم کنیز سے نکاح کی ترغیب یوں فرماتا ہے ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ و لو اعجبتکم یعنی مسلم باندی آزاد مشرکہ عورت سے بہتر ہے، اگر چہ تمہیں مشرکہ پسند آئے تو یہ ہرگز معقول و مقبول نہیں، کہ سیدنا عمر ایک کار خیر کر کے ندامت کا اظہار کریں، اور نوحہ کرنے والی عورتوں کا قتل کرنیکی حکایت بھی ثابت نہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ بے ثبوت شرعی کسی مسلم کی طرف کسی گناہ کی نسبت ناجائز و حرام ہے۔

غیر مقلد کی خیانت:

امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں "لا یجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق" مگر غیر مقلد سے اس کی شکایت کہ ان کے پاس نہ تو خوف خدا ہے، نہ رسول سے حیا، نہ صحابہ کا ادب، و اللہ تعالیٰ ھو الھادی و المستعان.

پھر غیر مقلد صاحب کی طرف خیانت دیکھئے۔ حدیث ابو الصہباء جس سے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے لیے غیر مقلد نے استدلال کیا، یہ

حدیث سنن ابوداؤد شریف میں بھی کچھ لفظوں میں تغیر کے ساتھ مروی ہوئی، غیر مقلد صاحب ابوداؤد شریف سے اپنے مطلب کی دو حدیثیں تو نقل کر لائے، اور اس حدیث کو ان دوسری روایات سمیت جن سے مدعی پر زد پڑتی تھی، صاف اڑا گئے، پہلے غیر مقلد صاحب کی مذکورہ دو حدیثیں سن لیجیے۔

پہلی حدیث مصنف عبدالرزاق و ابوداؤد کے حوالے سے لکھی، جو یہ ہے۔ عن ابن جریج قال اخبرنی بعض بنی رافع عن عکرمة ان ابن عباس طلق رجل علی عهد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم امرأته ثلثا فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم (قال ابن یراجعها) کتابچہ میں ایسا ہی ہے اور شاید کچھ ساقط ہوگیا ہے۔ ان یراجعها قال إنی طلقتها ثلثا قال قد علمت و قرء النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن قال فارتجعها۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، آپ نے اس کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا، اس نے کہا میں نے تین طلاقیں دی ہیں، آپ نے کہا میں جانتا ہوں، اور یہ آیت پڑھی کہ اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب عورتوں کو طلاق دینا چاہتے ہو، تو ان کی عدت میں دیا کرو۔ پس اس نے اپنی بیوی کو واپس کیا (اھ بلفظ)

اقول اس حدیث سے استناد درست نہیں اس لیے کہ ابوداؤد نے اس پر سکوت نہ کیا، بلکہ اس کو ذکر کر کے اس کے متصل ہی ایسا کلام کیا جس سے اس

[illegible]

[illegible] ... صلى الله تعالى [illegible]

[illegible] ... أعلم ... انه انما طلق

[illegible] ... صلى الله تعالى عليه وسلم واحدة۔

یعنی نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ کی حدیث جو انہوں نے اپنے باپ علی سے، اور ان کے باپ نے اپنے دادا رکانہ سے روایت کی کہ، رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ تو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کی بیوی کو رکانہ کی طرف واپس کر دیا۔ صحیح تر ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ رکانہ کی اولاد ہیں اور ان کی آل خوب باخبر ہے کہ رکانہ نے تو اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک طلاق قرار دیا۔ یعنی رکانہ سے استفسار مراد اور رکانہ کے قسم کھانے کے بعد سرکار نے ایک طلاق واقع ہونے کا حکم فرمایا، جیسا کہ روایت میں پہلے گزرا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکانہ نے تین طلاقیں نہ دی تھیں، بلکہ طلاق البتہ دی تھی، اور یہی ابوداؤد کے نزدیک راجح ہے، اور وہ پہلی اور اس کے ہم معنی روایت مرجوح ہے، اور منکر ہے، جیسا کہ احکام القرآن سے گزرا۔

اب دوسری حدیث جو غیر مقلد صاحب نے ابوداؤد شریف سے لکھی، سنیے۔ عن ابن عباس اذا قال انت طلق ثلثا بفم واحدة اس کا ترجمہ غیر مقلد صاحب یوں کرتے ہیں "ابن عباس نے فرمایا جب کوئی تین طلاقیں بفم

واحد کہلائے تو وہ ایک طلاق ہوگی یعنی ایک ہی بولی سے تین طلاقیں دیدیں تو وہ ایک ہی ہوگی"۔

حدیث ابن عباس:

اب اس پر ابوداؤد کا کلام سنئے، سنن ابوداؤد میں ہے۔ قال ابوداؤد روی حماد بن زید عن ایوب عن عکرمة هذا قوله لم یذکر ابن عباس و جعله قول عکرمة یعنی ابوداؤد نے فرمایا کہ حماد بن زید نے ایوب سے، انہوں نے عکرمہ سے یہ بات روایت کی ابن عباس کا ذکر نہ کیا، اور حماد بن زید نے اسے عکرمہ کا قول قرار دیا، آگے سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول بتایا۔

چنانچہ اسی میں ہے:

وصار قول ابن عباس فیما حدثنا احمد بن صالح و محمد بن یحییٰ وهذا حدیث احمد قالا حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن ابی سلمة بن عبد الرحمن و محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان عن محمد بن أیاس أن ابن عباس و اباهریرة و عبد الله بن عمرو بن العاص سئلوا عن البکر یطلقها زوجها ثلثا و کلهم قال لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره وروی مالك عن یحییٰ بن سعید عن بکیر بن الأشج عن معاویة بن ابی عیاش أنه شهد هذه القصة حین جاء محمد بن ایاس ابن البکیر الی ابن الزبیر و عاصم بن عمر فسالهما عن ذلك فقالا اذهب الی ابن عباس و ابی هریرة فانی ترکتهما عند

عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثم ساق ہذا الخبر.

یعنی ابن عباس کا قول اس حدیث کے مطابق ہوا جو ہم سے احمد بن صالح ومحمد بن یحیٰ نے بیان کی، اور یہ حدیث احمد ہے، دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالرزاق نے، وہ راوی ہیں معمر سے، وہ راوی ہیں زہری سے، وہ راوی ہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان سے، روایت کرتے ہیں محمد بن ایاس سے کہ ابن عباس وابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کنواری (غیر مدخولہ) کے بارے میں، جب کہ اس کا شوہر تین طلاقیں دیدے، تو سب نے فرمایا کہ شوہر کو وہ حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے مرد سے نکاح نہ ہولے، اور مالک نے یحیٰ بن سعید سے روایت کی وہ روایت کرتے ہیں بکیر بن اشج سے، وہ راوی ہیں معاویہ بن ابی عیاش سے کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ اس واقعہ کے شاہد تھے جب محمد بن ایاس بن بکیر ابن زبیر اور عاصم بن عمر کے پاس آئے، تو ان دونوں سے یہ مسئلہ پوچھا، ان دونوں نے فرمایا کہ ابن عباس وابو ہریرہ کے پاس جاؤ، میں نے انہیں عائشہ کے پاس چھوڑا پھر یہی خبر نقل کی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول نہیں کہ ایک بولی سے تین طلاقیں دے دیں تو ایک ہی طلاق ہوگی، بلکہ ان کا قول یہ ہے کہ تین طلاقیں یکبارگی دینے کی صورت میں تین ہی واقع ہوں گی، اور یہی مذہب ابوہریرہ وعبداللہ بن عمرو بن عاص کا بھی ہے، بلکہ جملہ صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں منفرد نہیں، بلکہ صحابہ کا

اس پر اجماع ہے، جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوگا، اور پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

اسی سنن ابوداؤد شریف میں ہے، اور روایت سابقہ کے متصل ہے۔

حدثنا محمد بن عبد المالك بن مروان حدثنا ابو النعمان حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن غيره واحد عن طاؤس ان رجلا يقال له ابو الصهباء كان كثير السوال لابن عباس قال اما علمت ان الرجل كان اذا طلق امرأته ثلثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و ابى بكر و صدراً من امارة عمر قال ابن عباس بلى كان الرجل اذا طلق امرأته ثلثاً قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله تعالىٰ عليه وسلم و ابى بكر و صدراً من امارة عمر فلما رأى الناس قد تتا بعوا فيها قال اجيز وهن عليهم۔

یعنی ہم سے حدیث بیان کی محمد بن عبدالمالک بن مروان نے، ہم سے حدیث بیان کی ابوالنعمان نے، ہم سے حدیث بیان کی حماد بن زید نے، وہ روایت کرتے ہیں ایوب سے، انہوں نے بہت سے لوگوں سے روایت کی، اور ان بہت سے راویوں نے طاؤس سے روایت کی کہ ایک شخص ابوالصہباء نامی ابن عباس سے بہت سوال کرتا تھا، اس نے ابن عباس سے عرض کی، کیا آپ کو خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کے زمانے میں اور خلافت عمر کے شروع دور میں آدمی جب اپنی بیوی کو صحبت کرنے سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تھا تو اسے ایک طلاق قرار دیتے تھے، آپ نے فرمایا ہاں' جب آدمی اپنی

بیوی کو اس سے صحبت کرنے سے پہلے تین طلاقیں دیتا، تو زمن رسالت وصدیق
و آغاز خلافت عمر میں ایک طلاق قرار دیتے تھے، پھر جب عمر نے دیکھا کہ لوگ
کثرت سے تین طلاقیں دے رہے ہیں، تو انہوں نے صحابہ سے فرمایا تین
طلاقوں کو لوگوں پر نافذ کر دو۔

صحابہ سے مشورہ:

سند حدیث سے ظاہر کہ یہ روایت طاؤس مصاحب ابنِ عباس سے بہت لوگوں نے کی، اور سب نے یہ روایت کی۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ میں صحابہ سے مشاورت کی، اور ان سے کہا کہ تین طلاقیں لوگوں پر نافذ کر دیں۔ اجز وھن سے تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا حکم دینا تو لفظ کا مدلول مطابقی ہے، اور اس کی دلالت التزامی یہ ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں صحابہ حاضر تھے، اور انہوں نے صحابہ سے بطور مشاورت فرمایا اجیز وھن، پھر کسی ایک راوی نے حضرت عمر سے کسی کا اختلاف اصلاً نہ بتایا، اور یہ کھلی دلیل اجماع صحابہ کی ہے، اور غیر مقلد صاحب کا ابوداؤد شریف سے دو حدیثیں نقل کر لانا، اور خلاف مدعی دوسری حدیثوں کو خصوصاً اس آخری روایت کو چھپا لینا، بھاری خیانت ہے، پھر بھی غیر مقلد صاحب کا کام اس حدیث ابوالصہباء سے نہیں چلتا اور اگر کچھ بھی نہ ہوتا تو یہی حدیث ابو الصہباء ہمارے لیے حجت قاطعہ تھی، اس لیے کہ اس حدیث میں صاف دلیل اس پر موجود ہے کہ مسئلہ اول کا حکم بر تقدیر ثبوت حکم مذکور زبان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نہ رہا اس لیے کہ اس کی علت (جو فتح الباری سے مستفاد ہوئی یعنی پہلے کے لوگوں

کا ارادہ تاکید کرنا، اور ان کے صدور کا پاک وصاف ہونا اور مکر وخداع سے بری ہونا) اب نہ رہی، اور لوگ شرارت کرنے لگے، جیسا کہ خود روایت کے اسلوب سے ظاہر ہے۔ لہذا یہ حکم یا تو منسوخ یا انتہائے علت کی وجہ سے موقوف ہو گیا۔

امام طحاوی کی دلیل:

طحاوی شریف میں فرمایا:

و فی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مالوا کتفینا بہ کانت حجۃ قاطعۃ و ذلك انہ قال فلما کان زمن عمر قال یا ایھا الناس قد کانت لکم فی الطلاق اناۃ و انہ من تعجل اناۃ اللہ فی الطلاق الزمناہ ایاہ۔

یعنی اگر ہم حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر اکتفا کریں تو اسی میں وہ ہے، جو دلیل قطعی ہمارے مدعیٰ کی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ پھر جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہوا تو انہوں نے کہا "اے لوگو تمہیں طلاق کے معاملے میں شرع سے مہلت تھی، اور جو اس مہلت سے پہلے طلاق میں جلدی کرے، ہم اس کے لیے لازم کر دیں گے"۔

غیر مقلد صاحب نے امام طحاوی کا نام بھی ان لوگوں میں ذکر کیا ہے، جنہوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، اور اس طرح اجماع کا انکار کر کے مسئلہ کو مختلف فیہ بتانا چاہا، اور یہ بات از راہ خیانت گئے کہ یہ اختلاف کسی گنتی میں شمار ہے یا نہیں، حالانکہ امام طحاوی نے تین طلاقوں کے لازم ہونے پر اجماع کا قول فرمایا ہے۔

وهذا النصه فخاطب عمر رضی الله عنه بذالك الناس جميعاً

وفيهم اصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و آله و رضى

الله عنهم الذين علموا من ذلك ما تقدم في زمن رسول الله صلى الله

تعالىٰ عليه وعلىٰ آله و سلم فلم ينكره عليه منهم منكرو لا دفعه دافع

فكان ذلك اكبر الحجة في نسخ ما تقدم من ذلك لانه لمّا كان فعل

اصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و سلم جميعاً فعلاً يجب به

الحجة كان كذلك ايضا اجماعهم على القول اجماعاً يجب به الحجة۔

پھر امام طحاوی نے حضرت ابن عباس سے متعدد روایات کے ساتھ وہ روایتیں بھی بیان فرمائیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ و عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے، جو جماہیر اہل سنت کا ہے، اور اس سے بھی عہد فاروقی میں اس مسئلہ پر اجماع کی تائید ہوتی ہے۔

محدثین کے اقوال:

حاشیہ ابو داؤد پر فتح القدیر علامہ کمال الدین ابن ہمام سے ہے۔

لم ينقل عن احدانه خالف عمر حين امضى الثلاث و هو يكفي في الاجماع الاانه يرد انهم خالفوا ما تركهم عليه النبى والجواب انه لايتاتى منهم الا و قد اطلعو في الزمان المتاخر على وجود ناسخ او لعلهم علموا با نتهاء الحكم بانتهاء علة۔

یعنی کسی کی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس وقت مخالفت منقول نہیں، جب

انہوں نے تینوں طلاقیں نافذ فرمائیں، اور یہ اجماع میں کافی ہے۔ مگر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحابہ نے اس کی مخالفت کی جس پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام انہیں چھوڑ گئے، اور جواب یہ ہے کہ صحابہ سے ایسا اسی صورت میں متصور ہے جب وہ وقت متاخرین میں گزشتہ حکم کے ناسخ پر مطلع ہوں، یا انہوں نے جانا کہ حکم انتہاء علت کے سبب منتہی ہوگیا، پھر یہ سب اسی صورت میں ہے جبکہ متن حدیث ثابت ہو، مگر روایات مختلفہ کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث متن کے لحاظ سے مضطرب ہے۔ دیکھئے اس روایت کے بعض طرق میں قبل ان یدخل بھا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم صدر اول ہی غیر مدخولہ کے ساتھ خاص تھا، اور مدخولہ کا یہ حکم نہ تھا، اسی لیے امام نووی نے اسے احادیث مشکلہ میں شمار فرمایا۔

چنانچہ شرح مسلم نووی میں ہے

و ھذا الحدیث ھو معدود من الاحادیث المشکلۃ۔

فتح الباری میں ہے الجواب الرابع دعوی الاضطراب قال القرطبی فی المفھم وقع فیہ مع الاختلاف عن ابن عباس الاضطراب فی لفظہ و ظاھر سیاقۃ یقتضی النقل عن جمیعھم ان معظمھم کانوا یردن ذلك والعادۃ فی مثل ھذا ان یفشوا الحکم و ینتشر فکیف ینفرد بہ واحد عن واحد فھذا الوجہ یقتضی التوقف عن العمل بظاھرہ ان لم یقتضی القطع ببطلانہ؛

یعنی روایت ابوالصہبا کا چوتھا جواب یہ ہے کہ متن حدیث کے مضطرب ہونے کا دعویٰ کیا جائے، علامہ قرطبی نے مفہوم (شرح مسلم) میں فرمایا کہ اس روایت میں ابن عباس سے نقل میں اختلاف کے ساتھ لفظ حدیث میں اضطراب

واقع ہو" اور حدیث کا ظاہر سیاق یہ چاہتا ہے کہ تمام صحابہ سے یہ منقول ہو کہ بیشتر صحابہ کی یہی رائے تھی (یعنی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا) اور اس جیسے مسئلہ میں عام طور پر حکم مشہور اور منتشر ہوتا ہے، تو کیسے ایک راوی ایک سے روایت میں منفرد ہوا، تو یہ وجہ مقتضی ہے کہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل موقوف رکھا جائے اگر یہ وجہ اس خبر کے بے اصل ہونے کا اقتضا نہ کرے، اور جب متن خبر میں اشکال و اضطراب اور مخالفت روایات دیگر کی وجہ سے شذوذ و نکارت ہے تو یہ امر ضعف سند کو بھی مستلزم ہے۔

اور بعض محدثین نے من حیث الاسناد اس حدیث کے ضعیف ہونے کا دعوی کیا ہے، اور کہا ہے کہ ایوب نے اسے مجہولین سے روایت کیا ہے، کما فی الحاشیہ علی سنن ابی داؤد اور محشی ابوداؤد نے دعوی ضعف کو اگرچہ رد کیا ہے، اور دوسرے طرق سے حدیث کے مروی ہونے کے سبب جہالت رواۃ کو غیر مضر بتایا ہے، مگر اس سے حدیث کا فی نفسہ ثابت ہونا لازم نہیں، بلکہ اس کا ثبوت محل بسیار استنباہ ہے، جیسا کہ مفصل گزرا تو حدیث بوجہ اشد ضعیف ہے کہ اضطراب متن ضعف سند سے شدید تر ہے۔

بالجملہ غیر مقلد نے اپنے باطل دعوی پر پانچ حدیثیں پیش کیں، پہلی اور دوسری مسلم و دار قطنی کی وہی حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ دور رسالت و صدیق میں تین طلاقیں ایک قرار پاتی تھیں۔ اس کی جو حالت ہے وہ معلوم ہوئی، اور بر تقدیر ثبوت اس میں دلیل ہم اہل سنت و جماعت کے لیے ہے، جیسا کہ بارہا گزرا۔ اور باقی تین حدیثیں مسند امام احمد، مصنف عبد الرزاق اور سنن ابوداؤد کے حوالے سے نقل کیں، ان کا حال بھی مفصل معلوم ہوا، اور خیانت غیر

مقلد سے بھی بار ہا نقاب کشائی کی گئی، اور ثابت کیا گیا کہ غیر مقلد کے لیے یہ صالح احتجاج نہیں فللہ الحمد ولہ الحجۃ الشامیۃ۔

تنبیہ:

بحمدہ تعالیٰ ہمارے مدعیٰ پر وہ احادیث بھی شاہد ہیں جن میں یہ ارشاد فرمایا کہ تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر کو حلال نہ ہوگی، جب تک دوسرے شوہر سے صحبت نہ ہو لے، جیسے حدیث رفاعہ۔ اسی لیے اسے امام بخاری نے باب میں من جواز الثلاث میں روایت فرمایا ہے، اور امام طحاوی نے ابن عباس ابو ہریرہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے بھی روایات ذکر کین، جن میں تین طلاقوں کے نافذ و لازم ہونے کے ساتھ ساتھ حرمت زوجہ کا ذکر ہے، اور اس حرمت کی غایت نکاح حلالہ کو بتایا، جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا فلا تحلہ لہ حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی اگر تین طلاقیں دے دے تو بیوی حلال نہ ہوگی، یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے صحبت ہو، یہاں سے ظاہر ہوا کہ تین طلاقوں کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کے بعد شوہر بیوی سے جماع کر لے تو وہ جو تین طلاقوں سے ثابت ہوئی تھی، ختم ہو جاتی ہے۔ لہذا اب عورت دوسرے شوہر سے کسی طرح نکاح زائل ہونے کے بعد عدت گزار کر پہلے سے نکاح کر سکتی ہے، اور یہ نکاح جسے نکاح حلالہ کہتے ہیں یہ نص قرآن اور متعدد احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے اور اس کی حلت امر منصوص ہے، اور اسے مطلقا حرام ٹھہرانا نصوص قرآن وحدیث کا انکار ہے، جو کفر ہے۔

نکاح حلالہ:

اپنے کتابچہ میں غیر مقلد صاحب نے جا بجا نکاح حلالہ کو مطلقاً حرام،

اور [illegible] کے حلالے سے متعہ سے بدتر کہا ہے اور اس دعوی میں نہ نص قرآن کی پر دلالت کی، اور نہ احادیث صریحہ کا خیال کیا، اور کچھ احادیث ذکر کیں جن سے نہ اس کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ ترمذی کی اس حدیث سے نکاح حلالہ کا جواز ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لعن اللہ المحلل و المحلل لہ۔ اللہ تعالی کی لعنت ہے اس پر جو عورت کو دوسرے کے لیے حلال کرے، اور اس پر جس کے لیے حلال کی گئی۔ الفاظ حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی رو سے بھی نکاح حلالہ صحیح ہے، تو یہ حدیث آیت کریمہ اور دوسری احادیث کے معارض نہیں ہے اس لیے کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے شوہر ثانی کو محلل فرمایا، یعنی حلال کرنے والا۔ یہ اس پر دلالت صریحہ ہے کہ دوسرے مرد سے نکاح صحیح ہے، ورنہ اسے محلل نہ فرماتے، نہایت درجہ یہ ہے کہ نکاح محض تحلیل کے ارادے سے کرنا برا ہے، تو اس حدیث سے اس کی خباثت وقباحت کا اظہار مراد ہے، نہ کہ حقیقت لعنت مراد ہو۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ شرعاً کوئی فعل جائز ہوتا ہے مگر اس کے قبح کے اظہار میں مبالغہ فرمایا جاتا ہے۔ جیسے صدقہ یا ہبہ کر کے شئی موہوب لہ یا متصدق بہ کو خریدنا کہ اس سے حدیث میں ممانعت فرمائی۔ اور یہ فرمایا کہ ہبہ یا صدقہ میں عود کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی اپنی قے میں منہ ڈالے کما فی البخاری۔

وہاں علماء نے فرمایا کہ یہاں نہی تنزیہ کے لیے ہے تحریم کے لیے نہیں تو ضروری نہیں کہ ہر وہ شے جس کی برائی بیان کی جائے وہ شرعاً حرام ہی ہو کہ قبح شے حلت شے کے منافی نہیں، کیا نہیں دیکھتے کہ حدیث میں فرمایا ابغض الحلال الی اللہ الطلاق سب حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک

مبغوض تر طلاق ہے۔ جس طرح کہ دوسری حدیثیں
بالجملہ یہ حدیث نکاحِ حلالہ پر شاہد ہے
اس پر نص ہیں، اور اس سے حرمت نکاح حلالہ سمجھنا جہالت وضلالت ہے۔ زیادہ
سے زیادہ اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل باوجود حلت شرعاً ناپسندیدہ ہے، یا
اس پر محمول ہے کہ زبان سے تحلیل کی شرط کرلی جائے۔

چنانچہ لمعات کے حوالہ سے حاشیۂ ترمذی پر ہے

و انما لعن الاول لانه نكح على قصد الفراق و النكاح شرع للدوام و ما ركا ليس المستعار على ما وقع فى الحديث و لعز الثانى لانه صار سبيا لمثل هذا النكاح والمراد اظهر رخساستهما لان الطبع السليم يتنفر عن فعلهما لاحقيقة اللعن و قيد المكروه اشتراط الزوج بالتحليل فى القول لا فى النية بل قد قيل انه ماحور بالتية بقصد الاصلاح۔

لمعات یعنی حدیث میں پہلے شخص یعنی محلل (اسم فاعل) تو اس لیے لعنت فرمائی کہ اس نے یہ قصد فراق نکاح کیا گیا ہے، حالانکہ نکاح تو دوام تعلق کے لیے مشروع ہوا ہے، اور وہ منگنی کے لیے بکرے کی طرح ہو گیا، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا۔ (یعنی ایسے شخص کی مثال اس بکرے جیسے ہے جسے مادہ پر چڑھنے کے لیے منگی لیا جائے) اور دوسرے یعنی محلل لہ (اسم مفعول) پر اس لئے لعنت آئی کہ وہ ایسے نکاح کا سبب بنا، اور مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی خساست ظاہر ہوا، اس لیے کہ طبع سلیم ان دونوں کے فعل سے متنفر ہے، حقیقت لعنت مراد نہیں، اور کہا گیا کہ مکروہ یہ ہے کہ شوہر حلالہ کی شرط قولاً کرے نہ کہ نیت میں، بلکہ بیشک کہا گیا کہ وہ نیت تحلیل پر قصد اصلاح کے سبب ماجور ہوگا۔

اقول: لمعات سے جو گزرا اس کی تائید خود حدیث سے ہوتی ہے۔

چنانچہ تفسیر ابن کثیر معتمد غیر مقلد میں ہے عن ابن عباس قال سئل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن نکاح المحلل قال لا الا نکاح رغبة لا نکاح دلسة و لااستهزاء بکتاب الله ثم یذوق عسیلتها

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح محلل کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا نہیں، ہاں مگر جب کہ رغبت سے ایسا نکاح ہو نہ کہ دھوکہ کا نکاح، اور نہ کتاب اللہ سے، استہزاء پر شوہر ثانی بیوی سے صحبت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح حلالہ بہ نیت خیر وقصد اصلاح نہ صرف جائز بلکہ خوب ہے۔

نکاح حلالہ بنیت خیر:

اسی میں ہے:

عن عمر بن نافع عن ابیه ان رجلا جاء الیٰ ابن عمر فسأله عن رجل طلق أمراته ثلثا فزوجها الخ له من غیر مؤامرة منه لیحلها لاخیه هل تحل للاول فقال لا الا نکاح رغبة کنا تعد هذا سفاحاً علی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فأما اذا کان الثانی انما قصده لیحلها للاول فهذا هو المحلل الذی وردت الأحادیث بذمه و لعنه و متی مرح بقصوده بطل النکاح عند جمهور الأئمة۔

یعنی عمرو بن نافع سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے راوی کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا تو ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، تو اس عورت سے اس کے شوہر کے بھائی نے

بغیر اس سے مشورہ کیے نکاح کر لیا تا، کہ اسے اپنے بھائی کے لیے حلال کر دے، کیا وہ پہلے شوہر کو حلال ہے۔ فرمایا نہیں، مگر رغبت کا نکاح۔ ہم اس کو (یعنی بے نیت صالحہ محض لذت کی غرض سے ایسے نکاح کو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں زنا شمار کرتے تھے (ابن کثیر نے کہا) تو اگر زوج ثانی کا قصد محض یہی ہو کہ پہلے کے لیے عورت کو حلال کرے تو یہی وہ محلل ہے، جس کی برائی اور اس پر لعنت احادیث میں وارد ہوئی، اور جب اس مقصد کی صراحت کر دی (یعنی شرط کرے) تو جمہور ائمہ کے نزدیک نکاح باطل ہے۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ نکاح حلالہ نیت خیر و قصد اصلاح سے حرام نہیں، بلکہ امر جائز و خوب ہے، اور حدیث میں ذم کا محمل وہی ہے، جب کہ قصد محض حصول لذت کے بعد چھوڑ دینا ہو، اور حرمت اسی صورت میں جب کہ وقت نکاح تحلیل کی شرط کر لے، خود غیر مقلد صاحب نے کہا ہے نکاح ثانی اس خیال سے کرنا کہ وہ شادی کے بعد طلاق دے دے، اور اس سے ایسا شرط کرنا جس کو حلالہ کہا جاتا ہے یہ ایک حرام اور ملعون فعل شرط کے حنفیہ بھی قائل نہیں، جنہیں غیر مقلد و اصحاب ظاہر اہل الرائی کہتے ہیں، پھر ان کا قول پھینک دینے کے قابل کیوں ہے۔ حالانکہ وہ آیت قرآنی اور نصوص حدیث کے موافق اور خود غیر مقلد کے مستند و معتمد ابن کثیر کے کلام سے مؤید ہے۔ یہاں بھی غیر مقلد نے خیانت کا مظاہرہ کیا، یوں کہ وہ احادیث جن سے نکاح حلالہ کا جواز معلوم ہوتا ہے صاف دبا گیا پھر آیت کے مفہوم میں تحریف ملاحظہ ہو۔ رقمطراز ہیں۔ تیسری طلاق دینے کے بعد اب رجوع نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ طلاق مغلظہ ہو چکی، صرف ایک صورت ہے کہ وہ عورت عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، وہ اتفاق سے مر جائے، یا کسی مجبوری کی بنا پر طلاق دیدے، اور وہ

مغلظہ ہو جائے اور قابل رجوع نہ رہے، تو وہ عدت گزارنے کے بعد ہی عورت پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔

غیر مقلد صاحب کسی مجبوری کی بنا پر یہ کس لفظ قرآنی کا مفہوم ہے، یا کس لفظ حدیث کا معنی ہے، اور نہ بتا سکیں اور ہر گز نہ بتا سکیں گے تو یہ قطعاً تحریف معنوی ہے ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اختتامیہ:

بحمدہ تعالیٰ غیر مقلد صاحب کا رد تمام ہوا، اور مذہب اہل سنت و جماعت خود ثابت ہے، اور اس کا خلاف گمراہی و بیدینی و ہلاکت وخسران دنیا و آخرت ہے، اور گروہ اہل سنت بحمدہ تعالیٰ چار مذاہب میں منحصر ہے، ان سے جو خارج ہے وہ جہنم میں تمہارا رکھا جائے گا۔ علامہ طحطاوی کا ارشاد ہدایت بنیاد آخر میں سنتے چلو، آگے اختیار بدست مختار۔ قال الطحطاوی قدس سرہ من شذ عن جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فيما يدخله فى النار فعليكم معاشر المومنين باتباع الفرقة الناجية المسماة اهل السنة و الجماعة فان نصرة الله و حفظه و توفيقه فى موافقهم و خذله وسخطه فى مخالفتهم و هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى مذاهب اربعة و هم الحنفيون و المالكيون الزمان فهو من اهل البدعة والنار والله تعالىٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

صح الجواب والله تعالیٰ اعلم۔

قاضی محمد عبد الرحیم غفرلہ القوی۔ ۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۲۱ھ

مسئلہ تین طلاق پر جماعت اہل حدیث کا بیان گمراہ کن

آج کل ہندوستان میں تین طلاقوں کا مسئلہ عروج پر ہے، ۳۰ رمئی ۱۹۹۳ء کی صبح کو جب اخبار پر نظر پڑی تو یہ عنوان سامنے آگیا کہ "تین بار طلاق کہنا غیر قانونی" یک لحہ کے لئے سوچ میں پڑ گیا کہ آخر مسلم سماج میں کون شر پسند عناصر شریعت اسلامیہ کی آڑلیکر اسلام اور اس کے پاک وصاف قانون کا مذاق اڑارہے ہیں۔ خبر پڑھی تو معلوم ہوا کہ جمیعت اہل حدیث نے یہ شگوفہ چھوڑا ہے، جن کی تعداد بر صغیر میں نہایت درجہ معمولی ہے، خود ساختہ اہل حدیث جو کہ اصل میں غیر مقلد ہیں کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی اقتدار کو روانہیں رکھتے، بلکہ صرف اپنی عقلی دلیلوں سے ڈیڑھ اینٹ کی عمارت الگ بنالی ہے۔ بلند بانگ دعوی کرتے ہیں کہ "اب کوئی شوہر اگر تین بار طلاق کہے بھی تو شریعت کے مطابق اسے طلاق نہیں مانا جائیگا، اور اس سے مرد و بیوی اس کے حکم اور ذمہ داری پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ اگر کوئی شوہر ایک ساتھ تین بار طلاق دے تو اسے قانونا ایک ہی طلاق کہا جائیگا" کوئی نیا نہیں ہے، بلکہ سالوں پرانا ہے جس کی تجدید آج ایسے انداز میں کی گئی جس سے ملک کے رہنے والوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ نیا ایٹم بم آگیا، اور مسلمانوں نے اب کوئی نیا روپ اختیار کیا ہے، میڈیا کا استعمال کیا گیا، ریڈیو ٹیلی ویژن اور اخبارات میں خوب گرما گرم خبریں آئیں، سبھی نے یہی سمجھا کہ یہ نیا طریقہ استعمال ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کو اتنا اچھالا کیوں گیا، اتنی تشہیر کیوں کی گئی؟ جب کہ یہ ایک قدیم اور خالص علمی وفقہی مسئلہ ہے۔

اب قارئین کے سامنے جماعت کے فتوئی کی حقیقت کھول کر رکھی جاتی ہے کہ قرآن وحدیث کے فرمان کے سراسر خلاف اور ائمہ اربع کے مسلک سے قطعا میل نہیں کھاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرمایا ہے "و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی و نصله جهنم و

''یعنی جو سیدھی راہ روشن ہونے کے بعد رسول علیہ السلام سے منصوبہ باندھے اور تمام مسلمانوں سے ہٹ کر الگ راہ چلے، ہم اس طرف اس کو پھیر دیں گے جدھر کو اس نے منہ کیا، اور جہنم میں ڈھکیل دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

تین طلاقوں سے متعلق قرآن عظیم صاف طور سے فرماتا ہے۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ عورت تین طلاقوں کے بعد شوہر پر بحرمت مغلظ حرام ہو جاتی ہے۔ اب نہ اس سے رجوع ہو سکتا ہے نہ دوبارہ نکاح، جب تک کہ حلالہ نہ ہو یعنی بعد عدت دوسرے سے نکاح کرے، اور وہ بعد صحبت طلاق دے، پھر عدت گزرے، پھر نکاح درست ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سائل کے جواب میں جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و من یتق اللہ اور اے شخص تو اللہ سے نہ ڈرا تو میں تیرے لئے خلاص کی راہ نہیں پاتا، تو نے اپنے آپ کی نافرمانی کی۔ تیری عورت تیرے نکاح سے نکل گئی۔

ائمہ اربعہ اور جمہور اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ یکبارگی تین طلاق دینے کی صورت میں بیوی پر تین ہی واقع ہوں گی، اس فیصلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ جمعیت اہل حدیث و غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ ''مجلس واحد میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی مانی جائیں گی، اور یہ حکم اس کے طور پر نا قابل تغیر و تبدیل ہر زمانہ میں واجب العمل ہے'' ہرگز کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا، یہ صرف اور صرف غیر مقلدین جمعیت کی ذہنی اختراع و ایجاد ہے۔ حدیث شریف سے یہ ضرور ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد، اور سیدنا فاروق اعظم کے اوران کی دور خلافت میں عرف یہ تھا کہ تین طلاقیں یک بارگی بول کر ایک ہی طلاق مراد لیتے تھے، اور دوسری

تیسری بار لفظ طلاق بولنے سے جملہ اولیٰ کی تاکید مراد ہوتی تھی، پھر جب تبدیل زمانہ سے عرف بدلا، اور لوگ قصداً تین طلاقیں از راہ عجلت یکبارگی دینے لگے، تو سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عرف حادث اور دشوار جدید کا اعتبار فرمایا، اور تینوں طلاقیں واقع ہونے کا حکم دیا۔ اور اس قرارداد پر اس عہد مبارک میں تمام اہل علم کا اتفاق ہو گیا، اس لئے ظاہر کہ یہ قرارداد مجمع صحابہ میں ہوئی اور کسی صحابہ رسول کا انکار کہیں ذکر نہیں ہوا، بلکہ تابعین عظام پھر ائمہ اعلام کے زمانے میں بھی یہ حکم احکم مقرر رہا، اور یہی مذہب ائمہ اربعہ کا ایک زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اس پر ہر زمانے کے ائمہ مجتہدین کا اجماع رہا ہے، اور یہی سواد اعظم ہے جس کی پیروی کا حدیث شریف میں حکم فرمایا گیا ہے، تو اب ایسی صورت میں اس کا خلاف کرنا گویا کہ اجماع امت کو توڑنا، صراط مستقیم سے منہ موڑنا، جہنم کی راہ لینا، اور گمراہی و ضلالت ہے۔

جمیعت غیر مقلدین کے مفتی شیخ عطاء الرحمٰن، شیخ عبید الرحمٰن اور شیخ جمیل احمد مدنی کے فتوی کی تشہیر میڈیا والے نے یہاں تک کی کہ "یہ پہلا فتوی ہے کہ جب جمیعت اہل حدیث نے یہ تاریخی فیصلہ سنا کر مسلمانوں میں جاری رواج کا خاتمہ کیا ہے۔ جس کے چلتے بے شمار عورتوں کی زندگی دوزخ میں تبدیل ہوتی رہی" ایسا کہنے والے تاریخ اور سماج سے بالکل ناواقف ہیں۔ یہ احمقانہ فیصلہ جو کوئی نیا نہیں بلکہ ہزاروں خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے مفتی اعظم تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے مذکورہ فتوی کو گمراہ و باطل بتایا، اور یہ بھی فرمایا "کہ یہ ان کی ذاتی رائے تو ہو سکتی ہے مگر امت مسلمہ پر تھوپا نہیں جا سکتا، چونکہ یہ فیصلہ قرآن و سنت کے سراسر خلاف ہے"۔

(محمد شہاب الدین رضوی)

ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی ۳۰ مئی ۱۹۹۳ء